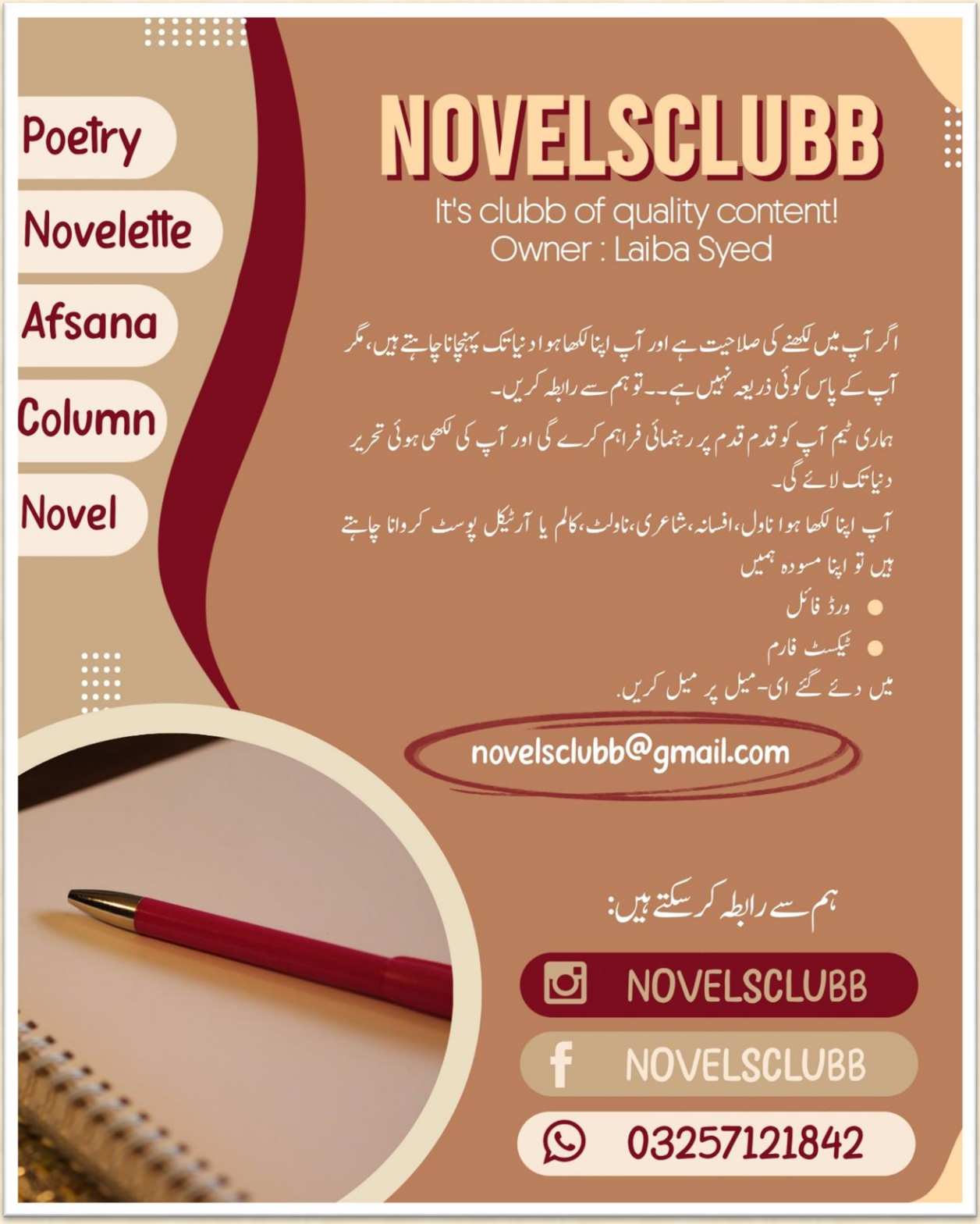
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

سایہ ریا

از قلم

حمائزہ خٹک

Clubb of Quality Content

انتساب

اس عورت کے نام جو میری روح کے بہت قریب ہے۔

اور ان تمام لوگوں کے نام جو سایۂ ریا جیسے گناہ کو مات دینے کی کوششوں میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے لیے آسانی فرمائے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پیش لفظ

اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ!!

امید ہے آپ سب خیر وعافیت سے اور ایمان کی بہترین حالتوں میں ہوں گے۔سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کی بہت شکر گزار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لکھنے کی توفیق عطا کی اور سایہ ریا کی کہانی کو میرے قلم سے تکمیل ہونے کا شرف بخشا۔الحمدللہ۔سایہ ریا دو افسانوں کے بعد لکھی جانے والی میری تیسری تحریر ہے۔اسے بھی میں افسانے کی شکل میں لکھنا چاہتی تھی مگر میری بہن کے اصرار پر میں نے اسے ناولٹ کے طرز پر لکھا۔

بچپن سے ہی بہت سی کہانیاں میرے ذہن میں گردش کرتی تھیں مگر کبھی میں انہیں لکھ نہیں پائی۔میری دوست فوزیہ لیاقت اور میری ٹیچر مس آصفہ ہمیشہ مجھے کہتی تھیں کہ میں رائیٹر کیوں نہیں بنتی۔اور ہمیشہ میں ان کی بات ہنستے ہوئے ٹال دیتی تھی۔

پر جب کہانیوں نے میرے ذہن پر زور ڈالنا شروع کیا تو میں نے خود سے پوچھا،میں کیوں نہیں لکھ سکتی۔؟تب میرے ذہن میں پہلی بار لکھنے کا خیال ابھرا۔اور اسی خیال کے تحت میں نے لکھنا شروع کیا۔

میں اپنی ٹیچر مس فرحت کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے فرسٹ ائیر میں میری ایک مختصر سی تحریر پڑھی، اسے سراہا اور ان خوبصورت الفاظ "آپ رائیٹر بن سکتی ہیں" سے میرا حوصلہ بڑھایا۔ میں مس آصفہ کا بھی بہت شکریہ ادا کرتی ہوں جو ہمیشہ مجھے لکھنے کا کہتی تھیں اور فوزیہ لیاقت آپ کا بھی شکریہ کہ آپ ہمیشہ مجھے لکھنے کے لیے ابھارتی رہیں اور میرا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ آپ سب کی ہی وجہ سے آج میں اس قابل ہوں کہ میں بہتر طور پر لکھ سکتی ہوں۔

میں اپنی دوستوں مہناز خالد، علیشہ عبدالرحمن اور یمنہ نور کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے سب سے پہلے میری تحریر پڑھی، اسے سراہا اور میرا حوصلہ بنیں۔ مریم رحیم، آمنہ سحر اور ایشال بلوچ آپ تینوں کا بہت شکریہ کہ آپ سایۂ ریا کے سفر میں میرے ساتھ رہیں۔ اور اس کو بہتر بنانے میں میری مدد کی۔ میں آپ تینوں کی تہہِ دل سے ممنون ہوں۔ میری بہن کا بھی بہت شکریہ جس نے سب سے زیادہ میرا ساتھ دیا اور میرا حوصلہ بڑھایا۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی میری کسی تحریر کو قارئین تک رسائی ملے گی۔ یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ممکن ہوا۔ سایۂ ریا آپ سب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو کامیاب کرے اور آپ سب کے لیے آسانیاں فرمائے۔

سایہ ریا کی کہانی میرے دل کے بہت قریب ہے۔یہ کہانی سادہ اور مختصر سی ہے۔میری ہر کہانی میں آپ کو سادگی ہی ملے گی۔اس کہانی میں آپ سب کو کچھ خامیاں دیکھنے کو ملیں گی یا شاید بہت سی۔ مگر یہ سوچتے ہوئے کہ کوئی بھی چیز مکمل طور پر کامل نہیں ہوتی ان خامیوں کو در گزر کیجیے گا۔میری خواہش ہے کہ آپ سایہ ریا سے زیادہ نہ سہی تو کچھ نہ کچھ ضرور سیکھیں۔یا آپ اس سے کچھ ایسا حاصل کریں جس کی آپ کو ضرورت ہے۔

امید ہے سایہ ریا کا سفر آپ سب کے لیے خوشگوار ثابت ہو گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثیرا،دعاؤں میں یاد رکھیں۔اپنا خیال رکھیں۔فی امان اللہ۔

حمائزہ خٹک

اسلام آباد

31-1-2026

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ریاکاری ایک ایسا گناہ ہے جو شرک کے زُمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔

ریاکاری بذاتِ خود ایک شرک ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسلام آباد،

سورج اپنے مقررہ وقت پر ہر سو اپنے پر پھیلائے ہوئے تھا۔یہ اسلام آباد کے نواحی علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے۔اونچی عمارتوں کو پیچھے چھوڑے سیدھ میں چلتے ہوئے بھوری اینٹوں سے بنے گھروں کی طرف آؤ۔اور اگر تم غور کرو تو یہاں موجود گھروں میں سے ایک گھر سے تمہیں کچھ یوں آوازیں سنائی دیں گی۔

"اماں میں کچھ ضروری کتابیں خریدنے جا رہی ہوں۔استانی کل ان کے متعلق پوچھیں گی۔" وہ اپنی ماں کو باہر برآمدے سے ہی اونچی آواز میں اطلاع دے رہی تھی۔

"ٹھیک ہے جلدی واپس آنا۔" اس کی ماں (ثانیہ بیگم) اندر سے بولیں۔

"جی ٹھیک ہے اماں میں جلد لوٹ آؤں گی۔" اس نے دوبارہ اونچی آواز دی۔اور گھر کا دروازہ عبور کر کے باہر نکل گئی۔

کتب فروش کی دکان گھر سے بیس منٹ کی مسافت پر تھی جس کے باعث وہ جلدی پہنچ گئی۔جب وہ وہاں پہنچی تو اس کی مطلوبہ کتابیں نہیں مل سکیں۔ایک گھنٹے کے فاصلے پر بازار تھا تو اس نے سوچا کہ اب کتابیں خریدنے آ گئی ہوں تو خرید کر ہی جاؤں۔سو اس نے بازار کا رخ کیا۔

Clubb of Quality Content

وہ اس وقت سیاہ عبایا میں ملبوس تھی۔ بازار کی طرف جانے والے رکشے میں بیٹھ کر اس نے رکشے والے کو پیسے پکڑائے۔

بازار پہنچ کر اس نے اپنی مطلوبہ کتابیں خریدیں اور گھر لوٹ آئی، کتابیں کمرے میں پڑی کتابوں کی ریک میں رکھ کر وہ کچن میں چلی آئی۔

"کیا ہوا اتنی دیر کیوں لگادی واپس آنے میں۔؟!" ثانیہ بیگم جو آٹا گوندھتے ہوئے دکھائی دے رہی تھیں پوچھنے لگیں۔

"کچھ نہیں اماں میرا خیال تھا کہ کتابیں یہیں نزدیک سے ہی مل جائیں گی۔ پر نہیں ملیں تو میں بازار چلی گئی۔" کندھے اچکا کر وہ پانی کا گلاس تھامے کچن میں رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ایسے ہی منہ اٹھا کر بازار چلی گئی۔" اس کی ماں نے آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

"افففف اماں اب ایسے تو مت دیکھا کریں مجھے اتنی خوفناک لگتی ہیں ایسے میں۔" وہ نظریں پھیر کر کہنے لگی۔

"چلو ہٹو یہاں سے۔" ثانیہ بیگم تو گویا اس کی بات کا برا ہی منا گئیں۔

"اچھا نا اماں آئندہ نہیں جاؤں گی اس لینڈ لارڈ سارم کو اپنے ساتھ لے کر جایا کروں گی ٹھیک ہے نا۔" وہ اپنی ماں کی گردن میں لاڈ سے ہاتھ ڈال کر کہنے لگی۔

"اچھا ٹھیک ہے اب ہٹو مہیرہ یوں چپک مت جایا کرو۔" انہوں نے اسے خود سے دور کیا۔

وہاں سے ہٹ کر وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ کمرے میں چلی آئی اور اپنی خریدی ہوئی کتابوں کا معائنہ کرنے لگی آیا کہ ان میں کوئی چیز مس پرنٹ (غلط چھپائی) نہ ہوئی ہو۔

ان کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گئی۔

مہیرہ کتابیں خرید کر بہت خوش تھی ہمیشہ کی طرح کیونکہ وہ جب بھی کوئی نئی چیز خریدتی تو اسے خوشی محسوس ہوتی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لاہور،

شام اتر آئی تھی۔ اندھیرا ہر سو اپنے پر پھیلانے کو تیار نظر آتا تھا۔ پتے جو دن کو سورج کی روشنی میں سبز نظر آتے تھے، رات کے اندھیرے کے باعث سیاہ رنگ میں تبدیل ہو چکے تھے۔ ایسے میں اگر تم لاہور کی ایک چھوٹی سی گلی میں داخل ہو کر قطار میں لگے گھروں میں سے ایک شاندار بھورے گھر میں داخل ہو تو تمہیں کچھ ایسا منظر دیکھنے کو ملے گا۔

"اقراء آؤ کھانا کھالو۔" ارحم نے ہلکی سی دستک دیتے اپنی بہن کے کمرے میں قدم رکھتے کہا۔

"جی بھائی میں آرہی ہوں بس تھوڑا سا ہی کام رہتا ہے۔"اقراء جواباً کہنے لگی۔

ارحم اس کا جواب سنتے ہی واپس پلٹ گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ اپنے کام میں مگن ہو کر یونہی بیٹھی رہی پھر اپنا کام ادھورا چھوڑ کر پاؤں پلنگ سے نیچے اتار لئے کیونکہ کام تو مکمل ہونے سے رہا۔وہ سخت مضطرب دکھائی دے رہی تھی اس کے چہرے پر فکر کی واضح لکیریں نمایاں تھیں۔

جوتے پیروں میں اڑستے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔دو تین لٹیں اس کے کانوں کی حدود سے باہر نکل کر اس کے چہرے پر لہرا رہی تھیں۔وہ اس حلیے میں بھی کافی پرکشش دکھتی تھی۔

"کیا پکا ہے بھائی۔؟"اس نے ڈائیننگ ٹیبل کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے اپنے بھائی سے پوچھا۔

"او بہن کس گھر میں رہتی ہو تم نہ تمہیں یہ پتا ہوتا ہے کہ گھر میں کیا پکا ہے،ویسے کیا تم یہ تو نہیں بھول گئی کہ اس گھر میں رہتا کون کون ہے۔؟؟"ارحم نے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوچنے والے انداز میں پوچھا۔

"تنگ مت کرو بھائی ویسے ہی میرا دماغ خراب ہو رہا ہے پہلے سے۔"یہ کہتے ہوئے اس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نوالہ توڑا۔ چکن کڑاہی دیکھتے ہوئے اس کی بھوک جاگ چکی تھی۔

"ارے رے گڑیا کیا ہو گیا ہے۔" ارحم نے شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجالی۔

"امی دیکھیں نا اسے تنگ کر رہا ہے مجھے۔" اقراء اس سے تنگ آ کر اب ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"ارحم نہ تنگ کرو میری بیٹی کو۔"

"یار امی میں تو بس مذاق کر رہا تھا۔" ارحم برا سا منہ بناتے ہوئے خاموشی سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کھانا کھانے کے بعد ارحم اور اقراء دونوں گھر کے دائیں جانب بنے لان میں آ کر بیٹھ گئے۔

"کتنا اچھا ہوتا نا اگر بابا آج ہمارے ساتھ ہوتے ہماری زندگی کتنی پر سکون ہوتی۔" اقراء اداس لہجے میں بولی۔

"ہاں اچھا تو ہوتا پر اللہ تعالیٰ کی ہر چیز میں بہتری ہوتی ہے۔" ارحم نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا جیسے اسے اپنے ہونے کا احساس دلایا ہو۔

"پر بھائی اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ آج بھی ہمارے ساتھ ہو سکتے تھے پر اللہ نے ایسا نہیں کیا۔" اچانک ہی اس کے لبوں پہ شکوہ ابھر آیا۔

"ایسا نہیں ہے گڑیا اللہ تعالیٰ کی اس میں کوئی نا کوئی مصلحت ہو گی۔" ارحم نے سمجھانا چاہا۔

"کچھ بھی کہو بھائی میں بہت اداس ہوں۔" وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟؟" ارحم سوالیہ نظروں سے اسے تکنے لگا۔

"وہ جو سر درد اتنے دنوں سے پال رکھا ہے وہی کام مکمل کرنے جا رہی ہوں، دعا کرو بھائی میرا کام اساتذہ کو پسند آجائے میں نے بہت محنت کی ہے اس پر۔" وہ آس بھرے لہجے میں بولی۔

"ہاں مجھے یقین ہے تمہارا کام انہیں ضرور پسند آئے گا تم پریشان مت ہو۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے خود بھی کھڑا ہوا۔

پھر وہ دونوں اندر کی جانب بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر وہ اپنے کام کو دیکھتی رہی پھر بالکنی میں چلی آئی۔

کل اس کے کالج میں آرٹس کا مقابلہ تھا اور جیتنے والے کو اسکالرشپ پر آرٹس اکیڈمی آف اسلام آباد

میں ایڈمیشن ملنا تھا، ویسے تو ان کے گھر کے حالات کافی اچھے تھے پر اقراء چاہتی تھی وہ اپنی محنت پر یہ سب کرے۔

اقراء عالم اور ارحم عالم دو بہن بھائی تھے اور ان کی والدہ فاریہ عالم تھیں۔ ان کے والد عالم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

محمود کا انتقال ان کی کم عمری میں ہی ہو گیا تھا۔ چونکہ ارحم بڑا تھا تو یہ بات وہ جلد سمجھ گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل تھی مگر اقراء کافی عرصہ اداسی میں مبتلا رہی۔ آج بھی وہ اس بات پر بہت اداس تھی اسی وجہ سے اسے اللہ سے بہت شکوے تھے۔ وہ اس بات کو ظاہر نہیں کرتی تھی مگر دل میں کہیں نہ کہیں خلا سا تھا۔ بہت سے شکوے تھے جو اسے اندر ہی اندر رکھا رہے تھے۔ جو اسکی ذات کو اللہ سے تھکا دینے کی حد تک مایوس کر چکے تھے۔ اقراء اپنے والد کی وفات کے بعد ٹوٹ سی گئی تھی اور اسی وجہ سے اس کی نمازوں میں کمی آ گئی اللہ سے تعلق کمزور ہو گیا اور وہ دین میں بھی دلچسپی نہ لیتی۔ یہ بات اس کی والدہ فاریہ عالم کو بہت پریشان کرتی تھی پر وہ اقراء پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالنا چاہتی تھیں۔

وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اقراء خود سر ہو جائے۔ معصوم سی ماں کا یہ خیال تھا کہ ان کی بیٹی وقت کے ساتھ شاید بہتر ہو جائے۔

رات آہستہ آہستہ سرک گئی اور سورج کی کرنیں ہر طرف اپنی روشنی بکھیرنے لگیں۔ صبح کی

ہلکی ہلکی ہوا سب کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر چہرے پر کھلی کھلی سی مسکراہٹ تھی۔ گویا ہوا نے اپنا اثر دکھایا ہو۔ معمول کے مطابق اسلام آباد کا موسم آج بھی خود میں تازگی سموئے ہوئے تھا۔

"مہیرہ بیٹا اٹھ جاؤ۔" ثانیہ بیگم اس کے کمرے میں داخل ہو کر کھڑکی کے پردے ہٹاتے ہوئے بولیں۔

"اٹھ رہی ہوں اماں۔" کھڑکی سے اندر آتی سورج کی کرنیں اس کے چہرے پر پڑیں تو وہ نیند میں ہی بڑبڑائی۔ ساتھ ہی وہ اٹھ بیٹھی اور پھر اس نے اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھ دیا۔

"سانولی سی رنگت اور سنہری آنکھوں والی مہیرہ بہت پرکشش دکھتی تھی۔ اوپر سے اس کی شخصیت میں موجود شوخ پن کسی کو بھی اس کا گرویدہ کر سکتا تھا۔"

وہ اٹھ کر کالج جانے کے لئے تیار ہونے لگی۔ آج وہ بہت پرجوش تھی کالج میں اس کا بائیولوجی کا ٹیسٹ تھا۔ بائیولوجی اس کا پسندیدہ مضمون تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تیار ہونے کے بعد وہ کمرے سے نکل آئی اچانک ہی اس نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔"افف میں تو کتابیں اٹھانا بھول ہی گئی۔"پھر وہ واپس پلٹ کر ریک تک آئی اور کتابیں اچک کر باہر چلی آئی۔

"اسلام علیکم ابا کیسے ہیں آپ۔؟"وہ اپنے والد کے پاس ناشتہ کرنے کی نیت سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا تم بتاؤ کیسی جا رہی ہے پڑھائی۔"

"پڑھائی۔۔۔امممم۔"وہ کچھ سوچنے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔ہاتھ میں پکڑا نوالہ منہ تک لے جاتے وہ اپنا ہاتھ روک گئی۔

"کیا ہوا بیٹا کیا پڑھائی کا نظام خراب ہے۔"فاروق صاحب اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں ابا پڑھائی اچھی جا رہی ہے دیکھئے گا آپکی بیٹی پورے کالج میں ٹاپ کرے گی انشاءاللہ۔"وہ ہنستے ہوئے بولی۔ساتھ ہی نوالہ منہ میں ڈالا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں انشاءاللہ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"وہ بھی ہنس کر کہنے لگے۔ہاتھ جھاڑ کر وہ اٹھنے لگے۔پر مہیرہ کی بات سنتے ہی واپس بیٹھ گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی نہیں ابا صرف دعائیں نہیں آپ کا پیسہ بھی چاہیے میں اپنا ہسپتال بناؤں گی۔" وہ کچھ سنجیدہ ہو کر کہنے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہے ایک شرط ہے۔" فاروق صاحب بھی سنجیدہ ہوئے۔

"اچھا وہ کیا؟؟" مہیرہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"بس زیادہ کچھ نہیں سب سے پہلے تم اپنی ماں کا علاج کرو گی۔" وہ مہیرہ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

"ٹھیک ہے ابا ڈن ہو گیا۔ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا کہ پتہ نہیں کونسی شرط ہو گی۔" پھر دونوں باپ بیٹی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگے۔

"اچھا ابا اب میں چلی اس سارم کو دیکھوں کہاں ہے۔" اس نے سارم کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی۔

"اوئے لینڈ لارڈ اٹھ جاؤ کالج چھوڑ کر آؤ مجھے۔" وہ سارم کو جھنجھوڑ رہی تھی جو اپنی نیند کی دنیا میں گم تھا۔ آج اس کے کالج کی وین نہیں آنی تھی۔

"کیا ہے ماہی میں نہیں اٹھ رہا۔" وہ منہ میں ہی بڑبڑایا۔ وہ مہیرہ کو ماہی بلاتا تھا۔

"ارے رے کیسے نہیں اٹھو گے پتا ہے آج میرا بائیولوجی کا ٹیسٹ ہے۔" ابھی اس کی بات

مکمل ہی نہیں ہوئی تھی کہ سارم کی مندی مندی سی آواز سنائی دی۔

"تو کیا کروں میں ماہی تمہارا ٹیسٹ تو روز ہوتا ہے۔"

"اچھا تم نہیں اٹھ رہے تو ٹھیک ہے میں ابھی ابا کو بول کر آتی ہوں پھر دیکھتی ہوں میں کیسے نہیں اٹھتے تم۔" وہ دھمکا کر جانے ہی لگی تھی کے سارم جھٹ سے بستر سے نیچے اترا۔

"اچھا نا یار آرہا ہوں باہر انتظار کرو۔" یہ کہہ کر وہ بیت الخلاء میں گھس گیا۔

تھوڑی دیر میں وہ کالج میں موجود تھی۔ پہلا پیریڈ گزر گیا تو وہ ٹیسٹ کے لئے خالی صفحے پر اپنا نام لکھنے لگی۔

کچھ وقت بعد استانی بھی کلاس میں آگئی۔

گھنٹے بعد ٹیسٹ ہو چکا تھا اس کے بعد وہ اپنی دوستوں کے ہمراہ کینٹین کی طرف بڑھ گئی۔

اسلام آباد کو پیچھے چھوڑے لاہور میں آؤ تو وہ ابھی ابھی ہی ایڈمن آفس سے نکلی تھی وہ اساتذہ کو اپنا کام جمع کروا چکی تھی۔ اس نے آرٹس ورک کے کچھ خاکے تیار کئے تھے جو اس کے مصوّری کے شوق کی زندہ مثال تھے۔

اس کی دوستیں اس کا کام دیکھ کر حیران تھیں۔ یہ اس کا پہلا اور آخری شوق تھا جو اسے صحیح

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

معنوں میں خوشی دیتا تھا۔ ورنہ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ اس چھوٹی سی لڑکی کا کبھی خوشیوں سے سامنا ہی نہیں ہوا۔

"یار واؤ تمہارا کام تو بہت خوبصورت تھا۔" ایک لڑکی ستائش سے بولی۔

"یہ تو ہے یار مجھے لگتا ہے اقراء تم ہی جیتو گی۔" ایک اور لڑکی نے کہا۔

"ہاں ہو سکتا ہے۔" اقراء نے فخر سے کندھے اچکائے۔

کالج سے وہ گھر واپس آئی تو اس کی والدہ حال احوال دریافت کرنے لگی۔

"کیسا گزرا آج کا دن بیٹا۔" فاریہ بیگم پیار سے پوچھنے لگی۔

"اچھا تھا امی خاکے تو میں نے جمع کرا دیئے بس اب تین دن بعد نتیجہ نکلے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ میں آرٹ اکیڈمی میں اپنے کام کی وجہ سے جانی جاؤں۔" وہ اتراتے ہوئے بولی۔

"ایسے مت کہو بیٹا اللہ تعالیٰ سے اس کام میں اپنے لئے خیر مانگو یوں ظاہر مت کرو کہ یہ تمہارا کمال ہے۔" انہوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"یہ آسائیشیں، یہ نعمتیں کسی کام میں مہارت سب اللہ کی طرف سے ہیں ان پر اترانا مت کبھی کہ یہ تمہارا کمال ہے۔۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے وہ چاہے دے یا نہ دے ان پر غرور

اچھی بات نہیں ہے۔"

وہ ان کی بات سمجھتے ہوئے ہاں میں سر ہلانے لگی پر فاریہ عالم جانتی تھیں کہ ان کی بیٹی ان سب باتوں پر عمل نہیں کرے گی۔

"اچھا چلو بیٹا تمہارے لئے کھانا لگا دیتی ہوں۔" وہ نرمی سے کہہ کر کچن کا رخ کر گئیں۔

"جی امی مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ پھر میں تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد ایگزیبیشن بھی جاؤں گی۔" اقراء نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ آرام کرنے کی غرض سے کمرے میں آئی۔ اس کے پاس سونے کے لئے کافی وقت تھا کیونکہ آرٹ ایگزیبیشن شام کو ہونے والا تھا۔ پر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سو وہ کمرے سے نکل کر سیڑھیوں پر سے ہوتے ہوئے گھر کی تیسری منزل میں آ گئی۔ اب وہ سیدھ میں بنے کمروں میں سے ایک کمرے میں داخل ہوئی۔ یہاں اس نے ایک الگ دنیا بسا رکھی تھی۔

ہر طرف کینوس بکھرے پڑے تھے۔ جن پر ایک سے بڑھ کر ایک بہترین تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ گویا کسی کی یادیں بکھری ہوئی ہوں۔ یہ یادیں ہی تو تھیں۔

(عالم محمود کی یادیں تھیں یہ جنہیں سمیٹنے میں وہ ہمیشہ خود کو بے بس محسوس کرتی تھی۔)

وہ اپنے باپ سے بہت محبت کرتی تھی۔کون بیٹی نہیں کرتی اپنے باپ سے محبت۔؟!

"بیٹیوں کی پہلی محبت،ان کا ہیرو،ان کا سپورٹر اور ان کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد ان کا سب کچھ باپ ہی ہوتا ہے۔۔۔جس کی جدائی سے وہ ہمیشہ ان کی جدائی کے غم کے سحر میں مبتلا رہتی ہیں۔۔"

اقراء نے ان میں سے ایک تصویر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔اس میں وہ اپنے بابا کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔باقی کا منظر کسی لاؤنج کی عکاسی کرتا تھا۔

تصویر دیکھتے ہی وہ کسی اور منظر میں کھو سی گئی۔یہ تصویر اس کے والد اور اس نے مل کر مکمل کی تھی۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔جاننا چاہو گے؟؟چلو چلتے ہیں کچھ سال پیچھے اقراء کے خیالوں کے ذریعے۔

یہ ایک خوبصورت سے لاؤنج کا منظر ہے۔ایک طرف کو چھوٹے چھوٹے رنگوں کے ڈبے موجود تھے اور ان کے ساتھ ہی ایک بڑا سا کینوس،کینوس سٹینڈ پر رکھا گیا تھا۔وہاں دو نفوس رنگوں کے درمیان ہنستے مسکراتے نظر آرہے تھے۔شاید وہ مصوری کا ذوق رکھتے تھے۔ان دونوں نفوس میں ایک بچی تھی اور دوسرا کوئی چالیس کے قریب کا مرد تھا۔غالباً وہ شخص اس

چھوٹی بچی جس کا نام اقراء تھا اس کے بابا تھے۔

پہلے صوفے پر اس کے بابا بیٹھے اور وہ ان کی تصویر بناتی رہی جب وہ مکمل ہو گئی تو عالم محمود نے اسے صوفے پر بٹھایا اور اس کی تصویر بنائی۔ وہ مکمل ہوئی تو دونوں باپ بیٹی ایک ساتھ بیٹھے اس تصویر کو دیکھنے لگے۔

"بابا یہ اچھی نہیں بنی۔" وہ اپنے والد کی تصویر دیکھ کر بولی۔ "میں جب بڑی ہوں گی تو آپ کی پیاری سی تصویر بناؤں گی۔" چھوٹی سی اقراء اپنے بابا کی گود میں بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"ہاں نہ میرا بیٹا تو آرٹسٹ بنے گا نا۔" عالم محمود نے پیار سے اس کے گال کھینچے۔

ہاتھ پر گیلا پن سا محسوس ہوا تو وہ حال میں لوٹ آئی۔ وہ پانی کا قطرہ تھا۔ یا شاید آنسو۔؟

فرش پر بیٹھ کر وہ ان کینوسیز کو دیکھنے لگی۔ کچھ دیر وہ وہیں بیٹھ کر خاموش آنسو بہاتی رہی پھر نیچے چلی آئی۔

فریش ہو کر وہ تیار ہوئی اور پھر اپنی والدہ کو بتا کر ازکیٰ کے گھر چلی گئی۔

ازکیٰ اقراء کی دوست تھی وہ جب اپنے والد کی وفات کے بعد اسلام آباد سے لاہور شفٹ ہوئے تھے تب سے ہی ازکیٰ اس کے ساتھ ہوتی تھی۔ وہ اس کے لئے بہت اہم تھی۔

"ویسے بھی غم بانٹنے کے لئے زندگی میں دوستوں کا ہونا بہت ضروری ہے، دوست اللہ تعالیٰ

کی عطا کردہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہوتے ہیں۔"ازکیٰ سے پہلے اس کی ایک ہی دوست تھی جسے وقت نے اس سے دور کر دیا تھا۔

آسمان کی سیاہی کو نظر انداز کرتے ہوئے اب واپس اسلام آباد کو آؤ تو وہاں دن کا وقت ہوا چاہتا ہے۔سورج کی روشنی آسمان پر ڈیرہ جمائے ہوئے تھی۔چھوٹے گیٹ والے اس گھر میں جھانک کر دیکھو ذرا تو سنہری روشنی چھن چھن کر گھر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس نے ٹیسٹ دے دیا تھا اور اس کا نتیجہ بھی نکل آیا تھا۔مہیرہ گھر واپس آئی تو سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ خوشی سے بھاگتے ہوئی اپنی ماں کے گلے لپٹ چکی تھی۔

"ارے بھئی ہٹو میری سانس بند ہو جائے گی۔"ثانیہ بیگم نے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔

"اماں پتہ ہے میرا ٹیسٹ بہت اچھا ہوا ہے اور میرے پورے نمبر آئے ہیں۔"وہ خوشی سے

نہال ہوئی جا رہی تھی۔

"اچھا اچھا بھئی مبارک ہو، لیکن اب ہٹو کتنی بار کہا ہے یوں میرے گلے مت پڑا کرو۔" وہ مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے بولیں۔

"اماں کبھی تو خوش ہو لینے دیا کریں۔ ویسے ابا کدھر ہیں ان کو بھی زرا خوشخبری سناؤں۔" وہ ان سے اپنے بابا کے متعلق پوچھتے ہوئے دور ہوئی۔ پھر کچھ دیر بعد خود ہی کہنے لگی۔

"مجھے پتا ہے وہ کہاں ہوں گے۔ پھر سے کتابوں کو لئے بیٹھے ہوں گے میں جا رہی ہوں ان کے پاس۔"

وہ گھر کے بائیں جانب بنا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں وہ خوشی سے مچلتے ہوئے تیزی سے داخل ہوئی۔

"ابا آپ کو پتا ہے آج کیا ہوا۔" مہیرہ چہک کر بولی۔ اس کے چہرے پر بچوں کی سی خوشی تھی۔

"نہیں بیٹا تم ہی بتاؤ۔" وہ ہنس کر کتاب کو پہلو میں رکھتے مہیرہ کو دیکھنے لگے۔

"ابا حضور آج ہمارے بائیولوجی کے ٹیسٹ میں پورے نمبر آئے ہیں۔" وہ مزے لے لے کر بول رہی تھی۔ گویا اس نے کوئی کمال کر دیا ہو۔ آہ یہ لڑکی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"لائیں میرا انعام دیں۔" انہیں انعام کا کہتے ہوئے مہیرہ نے اپنی ہتھیلی ان کے سامنے رکھی۔

"بیٹا جی آپ کا تو روز ٹیسٹ ہوتا ہے اور اکثر آپ اس میں پورے نمبر لیتی ہیں یہ روز روز کا انعام تو مجھے کنگال کر دے گا۔" فارق صاحب نے اپنے چہرے پر ابھرنے والی مسکراہٹ دباتے اداسی سے کہا۔

"کیا ابا آپ اب اپنی بیٹی کو زرا سا انعام بھی نہیں دے سکتے۔" وہ مایوس ہوتے ہوئے اٹھ کر جانے کے لئے مڑی۔ آنکھوں میں شرارت مچلی۔ وہ جانتی تھی وہ اسے روک لیں گے۔ بیٹیوں کا اپنے والدین پر یہی تو مان ہوتا ہے کہ وہ ان کی خواہشوں کو کبھی رد نہ کریں گے۔

"اچھا بھئی دے رہا ہوں ڈرامے باز کہیں کی۔" ان کی آواز سن کر مہیرہ واپس پلٹتی ہوئی جوش سے ان کے قریب آئی۔ آنکھوں میں مچلتے شرارت کے تاثرات ابھی بھی برقرار تھے۔ فاروق صاحب نے اپنی جیب سے ہزاروں کے کچھ نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمائے۔

"یہ ہوئی نا بات!! آخر کو آپ ابا کس کے ہیں۔" مہیرہ گویا ہوئی۔ ابھی وہ خوشی میں چہکتے ہوئے کچھ اور بھی کہتی کہ سارم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "مہیرہ دی چوہیا

کے۔"ساتھ ہی قہقہہ لگایا۔پر باپ کی گھوری پر جیسے ہی نظر پڑی اک دم سے اس کے دانت منہ میں گھس گئے۔

"جی نہیں میں ہوں مستقبل کی،ڈاکٹر مہیرہ فاروق۔"وہ اپنے بالوں کو کسی اپسرا کی مانند جھٹکتے ہوئے بولی۔

"اچھا تو پھر تم حال کی کیا ہو۔؟"سارم نے شرارتی نظروں سے اسے تکا۔اور ساتھ ہی سامنے موجود صوفے پر فاروق صاحب کے دائیں پہلو میں بیٹھ گیا۔

"My Self Muheera The"اس نے سارم کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

Great.Got it bro."

"سارم نے اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو دبایا۔جس پر اس کے منہ سے ہلکی سی آہ "YupBro"نکلی۔

"دیکھیں ابا اس نے میرا ہاتھ دبایا۔"مہیرہ نے سارم پر نظر ڈالتے احتجاجاً اپنے باپ سے شکوہ کیا۔

"تم بھی دبا دو بیٹا۔"فاروق صاحب ہنستے ہوئے بولے۔وہ ان کی نوک جھوک سے لطف اٹھا رہے تھے۔

"جا رہی ہوں میں، مجھے نہیں کرنی آپ لوگوں سے بات۔" خفگی سے کہتے مہیرہ ہاتھ میں پکڑے نوٹوں کو مٹھی میں دبا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں ہاں اب تو جاؤ گی ہی نہ تمہارا مقصد جو پورا ہو گیا ہے۔" سارم اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ جس میں اس نے نوٹوں کو تھام رکھا تھا۔

"ہاں تو تم بھی لے لو ابا سے۔ ہونہہ۔" اسے فری کا مشورہ دیتے اپنے بال جھٹکتے وہ ہنستے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اچھا ابا مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" سارم نے سنجیدگی سے فاروق صاحب سے کہا۔

"ہاں کہو۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مجھے آرٹ اکیڈمی میں کام کرنا ہے میں آرٹسٹ بننا چاہتا ہوں ساتھ میں باقی کام بھی دیکھ لیا کروں گا۔" فاروق صاحب کو اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے بات شروع کی۔

"یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں آرٹ اکیڈمی کا خیال کیسے آیا جب میں کہتا تھا کہ آؤ میرا ہاتھ بٹاؤ تب تو تم بہت کتراتے تھے۔"

"ویسے ہی ابا میں فارغ ہوتا ہوں سارا دن تو میں نے سوچا میں کچھ کام ہی کر لوں۔" سارم نے خجل سا ہو کر اپنا ماتھا مسلا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا ٹھیک ہے برخوردار تم جب چاہو آجاؤ اکیڈمی، میں تو پہلے بھی چاہتا تھا کہ اکیڈمی تم چلاؤ مجھے تھوڑی سہولت رہے گی۔" فاروق صاحب گویا ہوئے۔

"ابھی نہیں ابا دو تین دنوں تک آؤں گا۔ ویسے بھی آپ نے جو اسکالرشپ پروگرام رکھا ہے میں اس کی ڈیٹیل دیکھوں گا۔"

"ہاں یہ تو تم نے بہت اچھا سوچا ہے، بس تم ان تمام فہرستوں کو دیکھ لینا جن میں ان طالب علموں کے نام درج ہیں جو اسکالرشپ والے ہیں۔"

"جی ٹھیک ہے۔" سارم یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا۔

فاروق احمد آرٹ اکیڈمی آف اسلام آباد کے آنر تھے۔ اس کے علاوہ ان کا شمار ملک کے مشہور مصّوروں میں ہوتا تھا۔ وہ ایک بہترین کلاکار تھے۔ اکیڈمی کی بنیاد انہوں نے دو سال پہلے ہی ڈالی تھی۔

تین دن بعد۔

سورج ابھی مکمل طور پر آسمان پر ابھرا نہیں تھا۔ صبح کی مدھم سی روشنی ایک الگ ہی خوبصورتی کا احساس دل میں جگاتی تھی۔ دھیمی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ آہستہ سے

چلتے ہوئے آرٹ اکیڈمی آف اسلام آباد میں داخل ہوا۔

"اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ!! کیسے ہیں آپ سب۔" شستہ آواز میں سب کو سلام کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتا گیا۔

"کیسے ہیں سر آپ۔ کافی عرصہ بعد آپ یہاں آئے ہیں، کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی۔" فیروز صاحب اسے عرصے بعد اکیڈمی میں دیکھ کر کافی خوش ہوئے تھے۔

"اب سے میں روز یہاں آیا کروں گا میرے لئے چھوٹا سا کیبن دیکھ لو اگر کوئی خالی ہے تو۔" سارم ان کے سوالوں کے جواب دیتے کہنے لگا۔

"جی ضرور سر میں ابھی دیکھتا ہوں پھر آپ کو تھوڑی دیر تک مطلع کرتا ہوں۔" سر کو ہلکا سا خم دیتے وہ مؤدب انداز میں بولے۔ فیروز صاحب فاروق احمد کے خاص آدمیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔

"ٹھیک ہے۔" سارم ان سے مصافحہ کرتے ہوئے فاروق صاحب کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

آفس کے دروازے پر ہلکی سی دستک دیتے ہوئے وہ آفس میں داخل ہوا۔

"آؤ آؤ برخوردار تمہارا اپنا ہی آفس ہے۔" فاروق صاحب اسے دیکھ کر کافی خوش لگ رہے

تھے۔

"مجھے بہت خوشی ہے سارم کہ آخر تم نے کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔" فاروق صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔

"جی ابا میں خود بھی گھر بیٹھ کر اب بور ہو گیا ہوں۔ اب میں کام کرنا چاہتا ہوں دیکھئے گا میں آپ کی اکیڈمی کو کتنا اوپر لے کر جاتا ہوں۔" سارم نے ہاتھ سے آسمان کی اونچائی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں ہاں برخوردار یہ تو میں دیکھ ہی لوں گا اچھی طرح کہ تم کتنے دنوں تک یہاں ٹکتے ہو۔" وہ کہنے لگے۔

"جی جی ابا بس دیکھتے جایئے آپ۔ اچھا ابا مجھے وہ فہرست دکھا دیں آرٹس کے طالب علموں کی۔"

"ہاں رکو بیٹا زرا میں فیروز سے کہتا ہوں۔" ابھی انہوں نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فیروز صاحب آفس میں داخل ہوئے۔

"سارم صاحب آپ کا کیبن تیار ہے۔"

"اسے کیبن کیوں دیا اب سے یہ میری جگہ کام کرے گا اور میں گھر میں رہوں گا۔" فاروق

صاحب بولے۔

یہ ظلم مت کریں ابا اتنی ساری ذمہ داری میں کیسے سنبھالوں وہ بھی اکیلے۔اور مجھے تو اتنی آرٹس بھی نہیں آتی۔"سارم نے بے چارگی سے کہا۔

"یہ کوئی ظلم نہیں ہے بیٹا اب تم ذمہ دار بننے کی تیاری کرو۔"وہ دوبدو بولے۔

"لیکن ابا میں چاہتا ہوں کچھ وقت آپ کی رہنمائی میں رہ کر کام کروں۔"سارم نے توجیہہ پیش کی۔

"چلو ٹھیک ہے ویسے بھی کچھ دنوں تک میں تمہیں سارے معاملات سمجھا دوں گا پھر باقی تم خود سنبھال لینا۔"فاروق صاحب نے پروفیشنل انداز میں کہا۔

"جی ٹھیک ہے ابا اب میں کیبن میں جا کر بیٹھتا ہوں کوئی کام ہو تو مجھے بلا لیجیئے گا۔"سارم اٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا فیروز تم اسکالرشپ والے طالب علموں کی فہرست سارم کے حوالے کر دو۔"انہوں نے فیروز کو مخاطب کیا۔

"جی سر میں ابھی دیتا ہوں، آپ آیئے میرے ساتھ۔"پہلی بات فاروق صاحب اور دوسری بات سارم کو کہہ کر فیروز صاحب سارم کے ساتھ آفس سے نکل گئے۔

سارم کیبن میں داخل ہوا تو وہاں پڑی چیزوں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگا۔ کیبن چھوٹا تھا مگر سارم کے لئے کافی تھا۔ کیبن میں ایک جانب چھوٹا سا ریک تھا جس میں مختلف فائلز پڑی تھیں۔اور دوسری جانب چھوٹے سے شیلف میں کتابیں رکھی گئی تھیں۔

ابھی کوئی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کے فیروز صاحب ہاتھ میں ایک فائل اٹھائے کیبن میں چلے آئے۔

"سر اس فائل میں تمام فہرستیں موجود ہیں اور تمام طالب علموں کا نام، پتا، ان کا شہر سب اس میں درج ہے۔" فیروز صاحب فائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

"جی ٹھیک ہے میں انہیں دیکھتا ہوں آپ رکھ دیں یہاں۔" سارم نے میز پر جگہ بنائی۔

تھوڑی دیر وہ ان فہرستوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ایک دو صفحے ابھی رہتے تھے لیکن ان کو بعد میں دیکھنے کا فیصلہ کیا۔دو بجنے کے قریب تھے تو اس نے اکیڈمی کے باورچی خانے کا رخ کیا۔

چونکہ اکیڈمی میں کچھ طالب علم دور دراز کے علاقوں سے آتے تھے تو ان کی رہائش کا انتظام بھی اکیڈمی میں ہی ہوتا تھا۔یہ کوئی 20 مرلہ پر مشتمل بڑی سی اکیڈمی تھی۔جہاں دائیں جانب ایک قطار میں رہائشی کمرے موجود تھے۔باقی کمروں میں اکیڈمی کی کلاسیز لی جاتی

تھیں اور ان کے ساتھ بائیں جانب ورکرز کے کیبنز موجود تھے اور ساتھ میں ہی فاروق صاحب کا آفس تھا۔ لڑکیوں کی رہائش کے لئے اکیڈمی کی ساتھ والی عمارت میں کچھ کمرے نسب تھے۔

باورچی خانے میں کھانے کی بھینی بھینی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو سب کے دلوں میں بھوک کو اجاگر کر رہی تھی۔

کھانے کے لئے سب اکیڈمی کے چھوٹے سے میس میں جمع تھے۔ ایک طرف لڑکیوں کے لئے جگہ بنی تھی دوسری طرف لڑکوں کی قطاریں تھی۔ سب اپنی اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ فاروق صاحب سربراہی کرسی پر براجمان تھے اور سارم ان کے پہلو میں موجود کرسی پر آکر بیٹھا۔

سب طالب علم اسے سلام کرنے کی غرض سے کھڑے ہو گئے۔ "آپ سب بیٹھ جائیں اور آرام سے کھانا تناول فرمائیں۔" سارم نے سلام کے جواب کے ساتھ کہا۔

"سارم صاف رنگت اور گہری سرمئی آنکھوں والا خوبصورت دراز قد مرد تھا۔"

سارم ان سب کا پسندیدہ تھا وہ بہت کم یہاں آتا تھا لیکن پھر بھی وہ سب سارم کو بہت عزت دیتے تھے۔

کیسے نہ دیتے بھئی سارم بھی ان سب کو بہت عزت دیتا تھا۔ان کے کام کی قدر کرتا تھا۔لڑکیاں اس سے متاثر تھیں مگر سارم انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

فاروق احمد اور ثانیہ فاروق نے اپنی اولاد کی تربیت بہت ہی اچھی کی تھی۔جس کے نتیجے میں ان کا کردار وقت کے ساتھ مضبوط اور احترام سے بھر گیا۔مہیرہ اور سارم دونوں ہی اپنی حدود سے واقف تھے۔اسی لئے وہ کسی سے زیادہ فارمل نہیں ہوتے تھے۔احترام کو ہر چیز پر مقدّم رکھتے تھے۔ویسے بھی ان کا یہ خیال تھا کہ،

"چاہے کوئی بھی رشتہ ہے اگر اس میں احترام اور حدود کا تعیّن نہیں ہے تو وہ رشتہ بے معنی ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یہ لاہور کے ایک سرکاری کالج کا منظر ہے۔سب اس وقت ہال میں جمع ہو رہے تھے۔ہال کی کھڑکیاں پردوں سے یوں ڈھکی ہوئی تھیں جیسے سورج کی روشنی کو اندر آنے سے روکا جا رہا ہو۔ہال کی سجاوٹ دیکھنے لائق تھی۔چلتے ہوئے تم سٹیج کی طرف آؤ اور پورے ہال پر نظریں دوڑاتے ہوئے تمہاری نظر یقیناً اسے دیکھنے کو پلٹے گی۔وہ جو بلکل سٹیج کے سامنے موجود نشستوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔

پہلی نشستوں پر بیٹھی وہ لڑکی مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔اچانک ہی اس کا نام اس کی سماعتوں سے

ٹکرایا۔

"اقراء عالم اسٹیج پر تشریف لے آئیں۔"اساتذہ اسے سٹیج پر بلا رہے تھے۔ہال میں اس کا نام گونج رہا تھا۔

وہ اپنے تمام تر اضطراب پر قابو پاتے ہوئے سٹیج کی طرف مسکراتے ہوئے بڑھ گئی۔آرٹ پروجیکٹ میں وہ اوّل درجے پر آئی تھی۔اس نے اپنا انعام وصول کیا اور سامعین کو اپنا تعارف کرانے لگی۔

"میں اقراء عالم ہوں۔میں مصوّر بننا چاہتی ہوں،میرے بابا بھی یہی چاہتے تھے کہ میں ایک بہترین مصور بنوں۔"اس نے کچھ وقفہ لیا۔لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔اس کی تعریف کر رہے تھے اور وہ غرور سے سر اٹھائے ان کی توجہ،تعریف سے محظوظ ہو رہی تھی۔وہ ریاکاری کے پہلے درجے پر اتر آئی۔

اب اس نے اپنے تعارف میں مبالغہ آرائی سے کام لینا شروع کر دیا۔وہاں بیٹھے تمام لوگ اسے تکتے ہوئے سراہ رہے تھے۔وہ ایک لمحے کے لئے بھی خاموش ہوتی تو ہال میں موجود

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سامعین اس کے بولنے کے منتظر رہتے کہ کب وہ اپنی میٹھی زبان سے ان کے کانوں میں رس گھولے۔

تقریب ختم ہوئی تو وہ اپنی دوست ازکیٰ کے ساتھ ہال سے باہر چلی آئی۔

کینٹین سے کچھ کھانے کے بعد وہ ازکیٰ کو اس کے گھر چھوڑ کر اپنے گھر آگئی۔ دو دن کے اندر اسے اپنے دستاویزات آرٹ اکیڈمی میں جمع کرانے تھے تو اس نے اپنے تمام دستاویزات کو ترتیب دیا پھر اپنی ماں سے بات کرنے چلی گئی۔

آرٹ اکیڈمی جانے سے زیادہ تو وہ اس بات پر خوش تھی کہ وہ اسلام آباد میں اپنی فیملی کے ساتھ کوٹھی میں رہے گی۔ جہاں وہ کبھی بچپن میں رہے تھے۔ کچھ ذاتی وجوہات کی بنا پر وہ اسلام آباد سے لاہور شفٹ ہو گئے تھے۔ اسی لئے اب وہ واپس اس گھر میں جانے کے لئے بہت خوش ہو رہی تھی۔

وہ اپنی والدہ کو ڈھونڈتے ہوئے ان کے کمرے میں آئی جب وہ اسے وہاں نہ ملیں تو وہ باہر لان میں آگئی۔

توقع کے عین مطابق اس کی والدہ لان میں ہی بیٹھی تھیں۔

"امی میرا کام اساتذہ کو پسند آگیا ہے اب میں آرٹ اکیڈمی میں داخلہ لوں گی۔" یہ کہتے ساتھ

ہی اس نے ماں کی گود میں اپنا سر دھر دیا۔

"جی بیٹا انشاءاللہ، اللہ کامیاب کرے۔" انہوں نے اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے پیار سے اس کا ماتھا چوما۔

"امی میں کہہ رہی تھی کہ ہم اب اپنے گھر واپس اسلام آباد شفٹ ہو جائیں، آپ کا کیا خیال ہے۔؟!" وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"ہم وہاں نہیں رہ سکتے اب یہ ہمارا گھر ہے۔" اچانک ہی فاریہ عالم کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرے۔ان کی آنکھوں میں اداسی پھیل گئی۔

"پر امی ہمارا اصل گھر تو وہ ہے نہ اور پھر وہاں بابا کی یادیں ہیں میں وہاں رہنا چاہتی ہوں۔" اقراء نے کسی چھوٹے بچے کی طرح فرمائش کی۔

"یہی تو مسئلہ ہے بیٹا کہ وہاں تمہارے بابا کی یادیں ہیں میں وہاں کیسے رہوں گی۔" وہ تکلیف سے بولیں۔

"پر امی مجھے یقین ہے آپ وہاں جائیں گی تو آپ کو اچھا لگے گا۔پلیز میں چاہتی ہوں میں، آپ اور ارحم ایک ساتھ رہیں۔" وہ التجائیہ انداز اپناتے ہوئے اپنی ماں کے گلے لگ گئی۔

"اچھا بیٹا میں سوچوں گی ارحم آئے تو بات کرتی ہوں۔" فاریہ عالم نے نم آنکھوں سے مسکرا

کے کہا۔

"جی امی پھر ویسے بھی میں تین سال وہاں ہوں گی اچھا ہے ہم سب ساتھ رہیں۔" وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرائی۔

شام کے وقت ارحم گھر آیا تو فاریہ بیگم نے اس سے بات کرنے کا سوچا۔پہلے تو وہ ہچکچا رہی تھیں لیکن پھر انہوں نے بات شروع کر لی۔

"ارحم میں سوچ رہی تھی کہ ہم اسلام آباد واپس اپنے گھر چلے جاتے ہیں، تم کیا کہتے ہو۔؟" فاریہ عالم نے اپنے سامنے بیٹھے ارحم سے پوچھا۔

ارحم نے چونک کر اپنی ماں کو دیکھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو بیٹا کوئی غلط بات تو نہیں ہے۔" فاریہ عالم نظریں چرا کر بولیں۔

"نہیں ٹھیک ہے امی پر آپ نے اچانک فیصلہ کیسے کر لیا، آپ وہاں رہ لیں گی۔" ارحم کو دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی والدہ کیسے وہاں رہیں گی اسی گھر سے ہی ان کے عزیز شوہر کا جنازہ اٹھا تھا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"بس میں اب چاہتی ہوں ہمیں اپنے گھر واپس چلے جانا چاہیے، اور ویسے بھی بیٹا اقراء بھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چاہتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ اسلام آباد میں رہیں۔" فاریہ عالم کہنے لگیں۔

پھر کچھ توقف کے بعد پھر سے بولیں۔" اچھا ہی ہے نا بیٹا ہم سب ساتھ رہیں گے اور اقراء کی رہائش بھی ہمارے ساتھ ہی ہو گی۔ ویسے بھی لڑکیوں کا ہاسٹل میں رہائش پذیر ہونا مجھے کچھ خاص پسند نہیں ہے۔"

ارحم نے ان کی بات سمجھ کر سر ہلایا۔" جی ٹھیک ہے امی جیسا آپ چاہیں میں کرتا ہوں کچھ ۔پھر چلیں گے کچھ دنوں میں۔"

" صحیح ہے بیٹا چلو تم اقراء کو بتاؤ میں کھانے کی تیاری کر لوں۔"

"جی میں اسے بتاتا ہوں۔" وہ صوفے سے اٹھ کر اقراء کے کمرے کی جانب بڑھا۔

اقراء ریک میں پڑی کتابوں کو دیکھنے میں مگن تھی اسے اندر آتے دیکھ کر اس نے کہا۔" آؤ بھائی خیریت ہے۔"

"ہاں بس، امی سے تم نے کہا تھا کہ اسلام آباد میں رہنے چلیں۔؟" ارحم نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"ارحم بھوری سی آنکھوں، سرخ و سفید رنگت اور بلند و قامت قد کا مرد تھا۔"

"جی بھائی کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ ہم سب ساتھ رہیں؟ میں، آپ اور امی۔" اقراء نے جواباً

سوال کیا۔

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ چلو جیسا تم لوگ چاہو میں کچھ دنوں تک انتظام کرتا ہوں پھر چلتے ہیں۔"اس نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا بھائی لیکن کل تم کو چلنا ہو گا میرے ساتھ میں نے آرٹس اکیڈمی میں اپنے دستاویزات جمع کرانے ہیں لازمی۔ چلو گے نہ۔؟"اقراء نے سوالیہ نظروں سے ارحم کو دیکھا۔ گویا تصدیق کرنی چاہی ہو۔

"اچھا ٹھیک ہے چل لوں گا اور کوئی حکم ہے میرے لئے تو وہ بھی بتا دو۔"ہلکا سا سر کو خم دیتے مؤدب انداز میں وہ بولا تو اقراء کھلکھلا کر ہنس دی۔"نہیں بس ابھی کے لئے اتنا کافی ہے۔"

ارحم اس کا بہت خیال رکھتا تھا،اس کی ہر خواہش کو پورا کرتا تھا،وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن کو کبھی بھی کسی محرومی کا احساس ہو۔اور نہ ہی اسے کبھی بابا کی کمی محسوس ہو۔پر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اقراء بابا کے بہت قریب تھی اور یہ بھی اسے پتہ تھا کہ اقراء آج بھی بابا کو شدت سے یاد کرتی ہے بس کسی کے سامنے اظہار نہیں کرتی۔

"اچھا چلو پھر تم کام کرو میں چائے بناتا ہوں"۔وہ جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس کا خیال آتے ہی پلٹ کر پوچھنے لگا۔"تم پیو گی۔؟"

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔" اقراء مسکرائی اور پھر سے اپنی کتابوں میں مگن ہو گئی۔ ارحم چائے بنانے کے لئے کمرے سے نکل گیا۔

اگلا دن،

افق پر آفتاب کے نور کی چمک آج کچھ ضرورت سے زیادہ تھی۔ ہوا میں ہلکی سی حدت موسم کے گرم ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔ وہ فاروق صاحب کے کتابوں والے کمرے میں کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر پسینے کی ہلکی ہلکی بوندیں تھیں اور وہ آنکھیں سکیڑ کر کمرے پر نظر ڈال کر بڑبڑائے جا رہی تھی۔

"ذرا میں بھی تو دیکھوں یہ ابا نے یہاں کونسا ایسا خزانہ چھپا رکھا ہے جو ہر وقت یہیں پائے جاتے ہیں۔" اس کے چہرے پر شرارت کی واضح جھلک دکھ رہی تھی۔ کتابیں الٹ پلٹ کر وہ ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پتہ نہیں کیا عجیب شے ہو۔

اسے کتابیں پڑھنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور وہ سوچتی تھی ایسا بھی کیا ہے ان کتابوں میں جو ابا اس مسکن سے نکلتے ہی نہیں ہیں۔

ایک کتاب ہاتھ میں اٹھائے وہ قریب پڑے صوفے پر دھپ سے بیٹھی۔ وہ کوئی اردو ادب کی

رومانوی داستان تھی۔اس نے اس کا پیش لفظ پڑھا پھر کچھ صفحے الٹ پلٹ کر دیکھے اس کی دلچسپی ایک دم سے بڑھ گئی۔

وہ کچھ ہی صفحات پڑھ پائی تھی کہ اس کی والدہ کی آواز نے اس کی توجہ میں خلل ڈالا،

"مہیرہ آؤ میرے ساتھ تھوڑا سا کام کر لو۔"

"تھوڑی دیر رکیں اماں آتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دوبارہ سے کتاب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اسے وہ کتاب پڑھتے ہوئے بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا۔وہ جتنا پڑھتی جا رہی تھی اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔اماں کی پھر سے آواز سنائی دی تو وہ منہ بنائے اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔اور ساتھ ساتھ اس کہانی کو سوچ رہی تھی جو وہ ابھی پڑھ کر آئی تھی (کہاں وہ کتابوں سے منہ موڑنے والی اور کہاں ایک دم سے اس کے دل میں کتابوں کے لئے محبت پیدا ہو گئی۔یا کتابیں ہوتی ہی ایسی ہیں جو خود میں کشش رکھتی ہیں۔ہاں کتابوں میں کشش ہوتی ہے، کتابیں انسان کو خود سے جوڑ لیتی ہیں)۔

وہ اپنے خیالوں میں گم تھی کہ دودھ جو اس نے چولہے پر چڑھا رکھا تھا تیزی سے ابلتے ہوئے پتیلے کی حدود سے نکل کر نیچے بہتا چلا گیا۔

"اوہ خدایا مہیرہ یہ کیا کیا تم نے۔؟" ثانیہ بیگم ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے افسوس سے سر

ہلاتے اس کے قریب آئیں۔

"کیا کیا اماں میں نے۔؟" اس نے نا سمجھی سے ماں کو دیکھا۔ وہ ابھی بھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"یہ دیکھو ذرا نیچے سارا دودھ گرا دیا تم نے۔" ماں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"اوہ اماں میرا بلکل دھیان نہیں تھا سوری۔" مہیرہ نے مسکین سی شکل بنائی۔ مبادہ اماں اسے ذلیل نہ کر لیں۔

"اچھا اب صاف کرو اسے جلدی سے۔" وہ سخت بیزار دکھائی دے رہی تھیں۔

"اچھا کرتی ہوں اماں اب آپ جائیں میں آتی ہوں۔" اس نے جلدی جلدی میں کہا۔

ثانیہ بیگم کچن سے نکلیں تو وہ سوچنے لگی کہ اب اسے صاف کیسے کرے۔ پھر ایک کپڑا اٹھائے اس نے گرے ہوئے دودھ کو آخر صاف کر ہی لیا۔

اب پھر سے وہ کہانی کی سوچوں میں غرق ہو چکی تھی۔ شرارتی سی مہیرہ نے اپنے لئے ایک نئ دنیا

ڈھونڈلی تھی۔ اور وہ تھی کتابوں کی دنیا۔

گہری سیاہ رنگ کی لینڈ کروزر لاہور سے اسلام آباد کی جانب رواں دواں تھی۔اقراء شیشے سے ہاتھ باہر نکالے کیمرے میں ان لمحات کو قید کرتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی۔وہ بہت ہی خوبصورت نیلے رنگ کا کیمرہ تھا، جس میں کئی سارے فیچرز موجود تھے۔

راستے میں انہوں نے ریستوران سے کھانا کھایااور آئسکریم کھانے کے بعد تقریباً چار گھنٹے کے سفر سے وہ اسلام آباد پہنچ گئے۔گاڑی میں اقراءاور ازکیٰ پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی تھیں اورارحم ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے ہوئے تھا۔

"اقراء تم لوگ جاؤ میں گاڑی سائیڈ پر پارک کر کے آتا ہوں۔"ارحم نے آرٹ اکیڈمی کے سامنے گاڑی روک کر کہا۔"جی بھائی صحیح ہے۔"

اقراءاورازکیٰ گاڑی سے اتر چکے تھے۔ارحم گاڑی پارک کر کے آیا تو وہ تینوں اندر کی جانب بڑھ گئے۔

"ارحم عالم خیریت ہے۔؟"ارحم نے اپنا نام پکارے جانے پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"سارم برو یہاں کیسے۔؟"سارم اس کے قریب آیا تو وہ دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے۔دونوں کی آنکھیں ہی نم ہوئیں۔دوستی کا رشتہ کتنا خوبصورت ہوتا ہے نا۔؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ تو تم مجھے بتاؤ بر و تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔؟ تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی یہاں آنے کی۔؟"

"کچھ خاص نہیں یار میری بہن کا یہاں داخلہ کرانا تھا۔"

"وہ ٹھیک ہے نہ؟ میں کچھ دنوں میں اس سے ملوں گی۔" سارم نے ایک نظر اٹھا کر اقراء کو دیکھا، پھر ایک دم سے نظریں جھکا گیا۔ "ہاں بھئی کیسی ہے میری بہن۔؟" ارحم نے بھی یاد آنے پر اس سے پوچھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔" سارم نے نرمی سے کہا۔

"اچھا چلو یار میں ابا سے کہتا ہوں آؤ۔" سارم کہتے ہوئے آگے بڑھا۔

"کیا انکل یہاں کے آنر ہیں؟" ارحم حیران ہوا۔ اسے یہ تو پتہ تھا کہ فاروق صاحب آرٹسٹ ہیں پر انہوں نے اپنی آرٹ اکیڈمی بنا ڈالی وہ یہ نہیں جانتا تھا۔

"اور نہیں تو کیا بھئی میرے ابا کی اکیڈمی ہے۔ چلو تم لوگ آرام سے یہاں بیٹھو میں سارا پروسیس دیکھتا ہوں۔" سارم انہیں آفس میں بٹھا کر بولا۔ سارم کو وہ صفحے یاد آئے جو اس نے بعد میں پڑھنے کے لئے چھوڑ دیئے تھے۔ شاید انہیں میں سے ایک پر اقراء کا نام درج تھا۔

فاروق صاحب آئے تو وہ ارحم کو دیکھ کر خوشگوار سی حیرت میں مبتلا ہوئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیسے ہو بیٹا۔ تمہارا تو کوئی اتا پتہ نہیں تھا کہاں تھے۔ عالم کی موت کا بہت افسوس ہے مجھے۔"

"جی انکل شکرالحمدللہ سب خیریت ہے۔" وہ ان سے مصافحے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے باپ کے ذکر کو وہ سرے سے ہی نظرانداز کر گیا۔ شاید وہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کم از کم اس وقت تو بلکل نہیں۔

"بیٹھو بیٹا۔" فاروق صاحب نے کہا تو وہ واپس بیٹھ گیا۔

پھر ارحم اور سارم اپنی باتوں میں مگن ہو چکے تھے۔ ارحم سارم کے بچپن کا دوست تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ مہیرہ کا رضائی بھائی بھی تھا۔ اس کی والد کی وفات کے بعد ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ سارم اس بات سے پریشان تھا لیکن اب اس کے چہرے پر ارحم کو دیکھ کر خوشی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

وہ بہت خوش تھا کہ اسے اس کا دوست واپس مل گیا تھا۔

"دوستوں کے بغیر انسان کی دنیا ویران ہو جاتی ہے۔۔"

"کیا کر رہے ہو آج کل تم۔؟" سارم نے ارحم سے پوچھا۔

"ایک چھوٹی سی ٹیکسٹائل کمپنی ہے میری بس اسی کو دیکھتا ہوں۔"

"تم بتاؤ بیٹا کیا چل رہا ہے۔؟" ارحم نے سارم کی طرف دیکھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کچھ نہیں بس ابھی کچھ دنوں میں ہی میں نے اکیڈمی جوائن کی ہے اب یہاں ہی کام کروں گا ابا کے ساتھ مل کر۔"

"چلو یہ تو اچھی بات ہے"۔ارحم نے اسے سراہا۔جس پر وہ مسکرایا تھا۔

"اور بھئی رہتے کہاں ہو تم کوٹھی کیوں چھوڑ دی۔؟"سارم نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"ابا کی وفات کے بعد کچھ ذاتی وجوہات کی بنا پر ہم نے لاہور میں ایک چھوٹا سا گھر خرید لیا تھا پھر ہم وہیں شفٹ ہو گئے۔پھر میں نے اپنی کمپنی کی بنیاد رکھی شروعات میں تو کام ٹھپ تھا پھر اللہ کے فضل و کرم سے کام چلنے لگا۔اللہ نے اس میں برکت ڈال دی۔"

"واہ بھائی صاحب اکیلے اکیلے ترقی کر لی اور ہمیں خبر تک نہ ہونے دی۔"سارم نے اسے مسکرا کر دیکھا۔

"ایسا نہیں ہے یار بس وہاں جاتے ہی میں نے نمبر بدل دیا اس لئے کسی سے بات نہ ہو سکی۔"ارحم کے چہرے پر بھی دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

"چل ٹھیک ہے ابھی میری آرٹس کی ایک کلاس ہے میں وہ اٹینڈ کرتا ہوں۔تم کب تک ہو یہاں۔؟"سارم نے پوچھا۔

"بس یہ ایڈمیشن کا کام ہو جائے پھر لاہور کے لئے نکلیں گے ہم۔"ارحم بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیوں یار رک جاؤ نا کھانا کھالو ہمارے گھر۔امی اور مہیرہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔"سارم نے اسے کہا۔

"نہیں یار پھر کبھی سہی ویسے بھی کچھ دن تک ہم اسلام آباد شفٹ ہو رہے ہیں۔"

"وعدہ۔؟"سارم نے تصدیق چاہی۔

"ہاں وعدہ آجاؤں گا ویسے بھی کافی عرصہ ہو گیا اماں کے ہاتھ کا کھانا کھانا نصیب ہی نہیں ہوا۔"ارحم ہنستے ہوئے بولا۔

"چلو ٹھیک ہے بروپھر تیرا انتظار رہے گا۔"سارم یہ کہہ کر آفس سے نکل گیا۔

دوسری طرف اقراء اور فاروق صاحب آپس میں محوِ گفتگو تھے۔فاروق صاحب اقراء سے سوالات کر رہے تھے جس کا جواب وہ کبھی مسکرا کر دیتی تو کبھی ہنس کر۔

"جی انکل میں آرٹسٹ بننا چاہتی ہوں۔"اقراء نے جوش سے کہا۔ازکیٰ ایک طرف کو بیٹھی اپنے فون میں مگن ہو چکی تھی کبھی ایک آدھ نظر آفس پر بھی ڈال لیتی۔

"اچھا بیٹا آپ کیا کرتی ہیں۔؟"وہ پوچھ رہے تھے۔

"ابھی تو میں کالج میں پڑھتی ہوں پر مجھے مصوّری کا بہت شوق ہے آپ تو جانتے ہیں نہ۔"وہ

جواباً گویا ہوئی۔

"اچھا صحیح۔" وہ مسکرائے۔اقراء ان کے لیے بلکل مہیرہ کی طرح تھی۔

"جی انکل اسی لئے ہی میں نے اس اسکالرشپ پروگرام میں حصہ لیا تھا۔مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ آپ کی اکیڈمی ہو گی۔" اقراء نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں آپ کے ڈاکومینٹس دیکھ کر بتاتا ہوں آپ کو۔اور آپ تو میری بیٹی ہیں۔آپ فکر مت کریں سب ہو جائے گا۔" وہ اس کی فائل دیکھ رہے تھے۔اور وہ اس کی کارکردگی پر حیران ہوئے تھے۔

"آپ کی آرٹس سکلز تو کافی اچھی ہیں۔" فاروق صاحب نے اس کی تعریف کی۔اقراء کو آرٹس کے بہت سے سرٹیفیکیٹ ملے تھے۔وہ ہمیشہ آرٹس کی تقریبوں میں حصہ لیتی آئی تھی۔

"جی اب میں کب سے آسکتی ہوں۔میں نے آپ کی اکیڈمی کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ یہاں سے میں بہت کچھ سیکھوں گی۔" وہ خوشی میں آفس پر نظر دوڑاتے کہے جا رہی تھی۔آفس بہت نفاست سے سجایا گیا تھا۔وہ بہت پر جوش تھی اس کا خواب پورا ہونے جا رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کی جلد بازی پر مسکرائے پھر نرمی سے گویا ہوئے۔"ہم آپ کو دو تین دن تک بتاتے ہیں بیٹا کہ آپ کب جوائن کریں۔اوکے۔"

"جی ٹھیک ہے انکل۔"اقراء نے ادب سے کہا۔

"چلیں انکل پھر ہم چلتے ہیں۔"ارحم جو کچھ دیر پہلے ہی اقراء کے قریب آکر بیٹھا تھا کہنے لگا۔

"ارے بیٹا چائے تو پی کر جاؤ۔"فاروق صاحب نے ہاتھ میں فون لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں انکل دیر ہو رہی ہے اور امی بھی پریشان ہو رہی ہوں گی۔"ارحم نے معذرت کی۔

"چلو ٹھیک ہے بیٹا کبھی گھر کا چکر لگاؤ نا۔مہیرہ تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔۔اور کام کی فکر مت کرنا ہم بہت جلد اقراء کو بلا لیں گے۔"انہوں نے پیار سے کہا۔

"اوکے انکل جزاک اللہ بہت بہت۔اور مہیرہ سے ملنے آؤں گا انشاءاللہ۔"ارحم نے کہا۔پھر وہ تینوں وہاں سے روانہ ہو گئے۔

وہاں سے نکل کر ارحم نے لینڈ کروزر کوٹھی کے رستے پر ڈال دی۔

یہ ایک عالیشان نیلے اور سبز رنگ کے امتزاج سے مزیّن خوبصورت سی کوٹھی تھی۔گیٹ عبور کرو تو بائیں جانب بڑا سا لان تھا اور اس کے ساتھ ہی قیمتی پتھروں کی روش تھی۔کوٹھی کو بڑی سی چار دیواری نے گھیرا ہوا تھا۔جن پر پتوں کی خوبصورت سی بیلیں لٹک رہی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی۔لان کے ایک طرف سیدھ میں بڑی سی پھولوں کی کیاری بنی تھی۔ٹہنیوں پر لدے پھول لان کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتے تھے۔یوں کے وہ پھول لان کی شان تھے۔

اندر جا کر ارحم نے سلام کے بعد ملازموں کو صفائی کا کہا تھا۔یہ وہ ملازم تھے جو کوٹھی کی صفائی کے لئے مختص تھے۔

وہاں سے نکل کر انہوں نے لاہور کا رخ کیا تھا۔

لاہور پہنچتے ہی وہ ازکیٰ کو اس کے گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلے آئے۔

وہ لاؤنج میں داخل ہوئے تو فاریہ عالم کو وہیں پر بیٹھا پایا۔"آ گئے تم لوگ۔؟"فاریہ عالم انہیں دیکھتے ہوئے پیار سے گویا ہوئیں۔

"جی امی آپ بتائیں کھانا تیار ہے بہت بھوک لگی ہے۔"ارحم صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔وہ شدید تھکا ہوا تھا۔

"ہاں کھانا تیار ہے تم لوگ فریش ہو جاؤ میں کھانا لگاتی ہوں۔"فاریہ بیگم یہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

"جی امی ٹھیک ہے۔"وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھوڑی دیر میں سب کھانے کی میز پر موجود تھے۔

"بیٹا گھر کا کیا ہوا کب چلنا ہے۔؟" فاریہ بیگم نے کھانے کے دوران بات شروع کی۔

"جی امی بس صفائی کا کام ہو جائے پھر انشاءاللہ کچھ دنوں میں چلتے ہیں۔" ارحم نوالہ توڑتے ہوئے بولا۔

"اچھا ارحم سامان کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے۔؟" پانی کا گلاس اٹھاتے انہوں نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"امی فرنیچر تو وہاں پڑا ہوا ہے، پر اگر آپ چاہیں تو میں یہاں والا سامان بھی شفٹ کروا دوں گا۔"

"ہاں یہاں سے بس کچھ ضروری چیزیں شفٹ کرا لینا۔" وہ اب جگ سے گلاس میں پانی انڈیل رہی تھیں۔

"چلیں ٹھیک ہے امی جیسا آپ چاہیں۔ اور آپ کو پتا ہے امی وہ اکیڈمی فاروق انکل کی ہے۔" وہ انہیں مطلع کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا۔ کیسے ہیں وہ، مہیرہ کیسی ہے۔؟" فاریہ عالم کی آنکھیں یک دم نم ہوئیں۔

"ٹھیک ہیں امی، وہ کہہ رہے تھے مہیرہ تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔" وہ ان کی طرف دیکھ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بولا۔

"پھر تم نے کیا کہا۔"اب کے وہ مسکرائیں۔

"میں نے کہا مہیرہ سے ملنے آؤں گا انشاءاللہ۔"وہ بھی مسکرایا تھا۔یاد تو اسے بھی آتی تھی۔آخر کو اس کی بہن تھی وہ۔یاد تو اقراء کو بھی اس کی بہت آتی تھی۔

کھانے کے بعد اقراء سونے کی غرض سے کمرے میں چلی آئی۔لیکن اسے نیند نہ آئی تو وہ بالکنی کی کھڑکی کھول کر بالکنی میں آگئی۔

وہ ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔انہیں دیکھتے دیکھتے وہ وقت کے چکر میں پیچھے چلی گئی۔

"بابا ستارے کتنے پیارے ہیں نہ۔؟"ننھی سی اقراء اپنے بابا کی گود میں پورے حق سے بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہاں بیٹا یہ تو ہے اللہ کی بنائی سب چیزیں خوبصورت ہیں۔"عالم محمود نے پیار سے اس کے گالوں کو چھوا۔تو وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

"جی بابا دیکھیں وہ ستارا چل رہا ہے۔"اس نے عالم محمود کا بازو ننھے سے ہاتھوں سے جھنجھوڑا تھا۔پھر وہ خوشی سے ان کی گود میں ہی اچھلنے لگی۔

"بیٹا وہ ستارا نہیں ہے۔وہ مصنوعی سیارا ہے۔"وہ نرمی سے اسے ٹوکتے ہوئے بولے۔

"وہ کیا ہوتا ہے بابا۔؟"اب وہ معصوم سی آنکھوں میں سوال لئے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"بیٹا وہ انسانوں کے بنائے گئے سیارے ہوتے ہیں جنہیں مصنوعی سیارے کہا جاتا ہے۔اور یہ سائنس بھی کہلاتے ہیں۔Artificial Satellite کی زبان میں"

"اچھا تو بابا یہ وہ سیارے ہیں۔میں نے ارحم سے بھی سنا تھا یہ جب وہ سٹڈی کر رہا تھا۔چلتے ہوئے کتنے پیارے لگتے ہیں نا۔کیا میں بھی ان میں جا سکتی ہوں۔"

"نہیں بیٹا یہ جہاز تھوڑی ہیں۔"انہیں اس کی معصومیت پر بے اختیار پیار آیا تھا۔

"اوکے بابا۔"وہ مایوس ہوئی۔وہ سیاروں پر سفر کرنا چاہتی تھی۔

"پر آپ جہاز میں بیٹھ کر اڑ سکتے ہو۔"اس کے بال پیار سے سہلاتے ہوئے وہ بولے تھے۔

"واؤ پھر ہم جائیں گے نا جہاز میں۔"اقراء نے آسمان سے نظر ہٹا کر عالم محمود کو دیکھا۔

"جی جی جائیں گے۔میں۔آپ،ارحم اور آپ کی ماما۔"انہوں نے کہا تو اقراء کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔"ہم جائیں گے کتنا مزہ آئے گا۔"خوشی سے کہتے ہوئے وہ پھر سے ستاروں کو دیکھنے میں مگن ہو گئی۔

(کاش بابا آج آپ زندہ ہوتے تو سب ٹھیک ہوتا۔میرا اللہ سے تعلق ٹھیک ہوتا۔میں کتنی بھی کوشش کر لوں میں اللہ سے شکوے کرنا نہیں چھوڑ سکتی۔آپ کا غم مجھے نڈھال کر

گیا۔میری زندگی بے معنی ہو گئی ہے۔میرا اللہ سے تعلق کتنا اچھا تھا آپ نے ہی میرا ان سے تعلق جوڑا تھا اور آپ کے جانے سے ہی اس تعلق میں دراڑیں پیدا ہو گئیں۔مجھے وہ لمحے بہت یاد آتے ہیں جب ہم ساتھ میں قرآن پڑھتے تھے۔آپ ہمیشہ میری تصحیح کرتے تھے۔)

"جب اللہ تعالیٰ سے انسان کا تعلق کمزور ہو جائے تو انسان کی زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔"

"اقراء بیٹا تم ابھی تک سوئی نہیں۔؟"ماں کی آواز پر وہ حال میں لوٹ آئی۔

"جی امی بس سونے ہی جا رہی تھی۔"وہ بالکنی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔اس کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ماں اس کی آنکھوں میں موجود نمی دیکھ لے۔

"کیا ہوا بیٹا تم اتنی اداس کیوں ہو۔؟"انہوں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کچھ نہیں امی بس ایسے ہی میرا دل تھوڑا اداس تھا آپ پریشان مت ہوں۔میں ٹھیک ہوں۔"(حالانکہ یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں تھا۔لیکن وہ انہیں نہیں بتانا چاہتی تھی۔وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی)۔

"چلو بیٹا تم آرام کرو پھر۔"فاریہ بیگم کو اس کی بات سے کچھ تشفی ہوئی تو وہ اسے آرام کرنے کا کہہ کر کمرے سے نکلتی چلی گئیں۔

گزرے دنوں کی نسبت اسلام آباد میں آج کا موسم بہت سہانا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں کی گرمی کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوائیں موسم کی خوبصورتی کو الگ ہی رنگ دے رہی تھیں۔ سارم واپس گھر آیا تو مہیرہ کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے کمرے میں چلا آیا۔ جب وہ وہاں نہ ملی تو ماں سے پوچھنے لگا۔

"اماں یہ ماہی کدھر گم ہے۔؟؟" اس نے سوالیہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھا۔

"ہو گی اپنے کمرے میں، دیکھو جا کر۔" انہوں نے لاؤنج میں پڑی میز پر چائے رکھی۔

"دیکھ لیا اماں نہیں ہے وہ وہاں۔" اسے اب الجھن ہونے لگی۔ ایک تو وہ اسے سرپرائیز دینے کے لئے آیا تھا اوپر سے وہ میڈم غائب تھیں۔

اسے کتابوں کے کمرے میں دیکھ کر وہ چھت کی طرف بڑھ گیا۔ اس کمرے کے ساتھ ہی پہلو میں چھت کو سیڑھیاں گئیں تھیں۔

"ماہی کہاں ہو یار۔" چھت پر جا کر اس نے آواز لگائی۔

"یہاں ہوں۔" چھت پر موجود سٹور روم سے مہیرہ کی آواز سنائی دی۔

"ماہی تمہارے لئے ایک سرپرائیز ہے۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"وہ کیا بھئی۔" مہیرہ نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا۔ لیکن وہ تو خالی تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سارم اس کا انداز سمجھ گیا۔"بھوکی!!کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔"

"ہونہہ تو پھر کیا ہے۔؟"وہ جھٹ سے بولی۔پھر پرجوش سی وہ تھوڑا اس کے قریب آئی۔

"سرپرائیز یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"او بھئی اب بول بھی چکو۔"وہ بیزار ہو گئی۔

"رکو ذرا سسپینس تو پھیلا لینے دو۔"وہ مزے سے بولا۔

"بتا رہے ہو یا نہیں۔"مہیرہ دھمکی پر اتر آئی۔

"آج میں نے تمہاری دوست کو دیکھا۔"سارم نے کہا۔

"کونسی دوست بھئی۔میری تو کوئی دوست ہی نہیں ہے،تم کس کی بات کر رہے ہو۔؟؟"

"سوچو سوچو کون ہے تمہاری دوست۔"اس نے مزے سے آنکھیں گھمائیں۔

"نہیں ہے یار میری کوئی بھی دوست تمہیں پتا ہے۔۔۔"ابھی بات مکمل بھی نہیں ہو پائی تھی کہ اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

"لینڈ لارڈ سچ بتاؤ کیا وہ وہی تھی۔؟"مہیرہ آنکھوں میں نمی لئے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں وہ وہی تھی بلکہ ارحم سے بھی ملا ہوں میں۔پر تم کیوں اتنی جذباتی ہو رہی ہو۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے وہ میری واحد دوست ہے۔کالج میں میرے دوست تو بہت ہیں لیکن

کبھی اس جیسا تعلق کسی سے بنا ہی نہیں۔بن ہی نہیں سکتا۔ہر کوئی اقراء عالم تھوڑی ہے۔"

"اس کے ساتھ تعلق بہت خوبصورت تھا۔خوشیوں کا، غموں کا ہر چیز کا۔کیا میں اس سے مل سکتی ہوں لینڈ لارڈ۔اور ارحم بھائی سے بھی۔؟"

"ہاں کیوں نہیں،اب تو وہ بابا کی اکیڈمی میں آرٹس کی کلاسیز لے گی۔اور وہ یہاں اسلام آباد شفٹ ہو رہے ہیں۔"اسے وہ بہت خوش دکھی تھی۔سارم نے دل میں اس کے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا مانگی۔

"ہیں سچی یار سچ بتاؤ مجھے۔؟"مہیرہ خوشی اور حیرانگی کی ملی جلی کیفیت میں اس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں یار جھوٹ کیوں بولوں گا تم سے۔ کبھی بولا ہے جھوٹ۔"وہ تو جیسے خفا ہی ہو گیا۔

"اچھا نا نہیں بولتے مجھے پتہ ہے ویسے بھی مجھ سے جھوٹ بول کر آخر سچ کس سے بولو گے۔تمہاری

واحد دوست ہوں میں۔"اس نے مصنوعی کالر جھٹکے۔

"او بہن میرے دوست ارحم اور شاہنواز ہیں۔"سارم آنکھیں دکھا کر بولا۔

"واہ میرے بے وفا بھائی!! ابھی تم اس سے ملے نہیں اور ابھی سے ہی اس کے پلو سے

بندھنے کی تیاری کرلی۔"وہ کمر پر ہاتھ رکھے اسے گھور کر دیکھنے لگی۔

"اب بس بھی کرو یہ اپنی سورج مکھی جیسی نظریں مجھ پر مت ڈالا کرو۔اور ویسے بھی ارحم تمہارا بھائی ہے تم اس سے جیلس ہو رہی ہو کیا۔؟"سارم ابرو اٹھا کر حیرانی سے اسے زچ کرنے کے لئے بولا۔

"ہونہہ! نہیں میں کیوں جلوں پر تم سے یہ امید نہیں تھی مجھے، کتنی جلدی پارٹی بدل لی تم نے۔"سنہری آنکھوں میں خفگی در آئی۔گویا اسے بلکل سارم کی بات پسند نہ آئی ہو۔

"تمہیں کس نے کہا تھا مجھ سے امید رکھنے کو۔"وہ ابرو اٹھا کر سنجیدہ نظروں سے کہنے لگا۔

"بس بہت ہو گیا اب نکلو یہاں سے اٹھو۔"مہیرہ نے اسے بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر نکالا۔

"اچھا یار بات تو سنو، میری پیاری بہن بہت اچھی بات ہے یہ والی۔"سارم دروازے کے پیچھے سے آنکھوں میں شرارت لئے اسے دیکھ کر بولا۔

"ہاں کیا ہے۔؟"وہ غصے سے اس کی طرف مڑی۔

"چڑیل، مہیرہ دی چوہیا۔"یہ کہہ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگا تھا۔

"سارررمم۔"وہ اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے اونچی آواز میں بولی تھی۔اسے ان لفظوں سے

سخت چڑ تھی اور سارم انہی لفظوں سے اسے چڑاتا تھا۔اور وہ اپنے مقصد میں سو فیصد کامیاب بھی ہو جاتا تھا۔

سردی کا موسم قریب آرہا تھا۔لاہور میں نرم سی بوندہ باندی ہو رہی تھی۔بوندیں سڑک سے ٹکراتے ہوئے اوپر کی طرف اُچھلتیں یوں جیسے سڑک سے کھیل، کھیل رہی ہوں۔لاہور کی سڑکوں پر معمول سے ہٹ کر گہما گہمی تھی۔آتے جاتے لوگوں کے چہروں پر دھیمی سی مسکان پھیلی ہوئی تھی۔

ایسے میں وہ اپنے بھائی کے ساتھ ایک دکان میں داخل ہوئی اسے کچھ آرٹس کی چیزیں خریدنی تھیں۔کچھ دنوں میں تو اس نے اسلام آباد شفٹ ہونا تھا تو اس نے سوچا کہ وہ اپنی پسند کے سارے آرٹس سیٹ خرید لے۔اور اس وقت وہ اپنی پسندیدہ دکان میں کھڑی تھی۔

"اقراء تم ایک ہی بار دیکھ لو تمہیں کیا خریدنا ہے۔"ارحم جو اس کے ساتھ آیا تھا اسے دیکھ کر بولا۔

"اچھا بھائی پہلے دیکھ تو لوں کہ مجھے کیا کیا خریدنا ہے۔"وہ مزے سے بولی۔

ارحم جانتا تھا کہ وہ اب چیزیں خریدنے میں گھنٹہ لگائے گی سو وہ وہیں سائڈ پر رکھے بینچ پر بیٹھ

گیا۔وہ اپنے فون میں مصروف ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر میں ہی وہ کافی ساری چیزیں خرید چکی تھی۔

"چلو بھائی چلیں۔"وہ شاپنگ بیگز ہاتھ میں اٹھائے اس کی طرف بڑھی۔وہ کوئی سات، آٹھ بیگز تھے۔

"یہ کیا کیا خریدا ہے تم نے جو اتنے سارے بیگز ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہیں۔؟"ارحم حیران سا ان بیگز کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بھائی بس ضروری چیزیں ہی خریدی ہیں۔"وہ بے فکر سی بولی۔

"افف یہ سب تمہاری ضرورت کی چیزیں ہیں ان کو قبر میں اتارو گی کیا اپنے ساتھ۔"وہ طنز کرتا ہوا ہنسا۔گویا وہ اس کی بات کو ہضم نہ کر پایا ہو۔

"آپ کو اس سے کیا ویسے بھی آپ نہیں جانتے ان چیزوں کے بارے میں۔اب بل پے کریں پھر چلتے ہیں بارش تیز ہو گئی تو مشکل ہو گی۔"وہ ہاتھ جھلا کر بول رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے چلو۔"ارحم بے زاری سے بولا۔ایک تو اسے سمجھ نہیں آتی تھی ایسی بھی کیا ضروری

چیزیں تھیں جنہیں خرید کر وہ بیگز بھر لیتی تھی۔

"بھائی آئسکریم کھالیں۔" راستے میں اقراء کی نظر آئسکریم پارلر پر پڑی تو وہ گاڑی سے باہر جھانکتے ہوئے بولی۔

"ابھی تو اتنا سارا خرچہ کیا ہے تم پر اب تمہیں آئسکریم بھی کھانی ہے۔" ارحم نے ماتھے پر تیوریاں چڑھائیں۔

"پلیز نہ بھائی بس صرف آئسکریم کھلا دو اور کسی چیز کی ڈیمانڈ نہیں کروں گی۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

"نہیں اقراء بس کرو اب۔" اس نے قطعی انداز میں کہا۔

"پلیز پلیز بھائی۔" وہ آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت سے بولی۔

"اچھا یار کتنا تنگ کرتی ہو۔ تم یہیں بیٹھی رہنا میں آتا ہوں۔" ارحم نے گاڑی آئسکریم پارلر سے کچھ فاصلے پر روکی۔

آئسکریم کھانے کے بعد وہ سیدھا گھر پہنچے۔

"اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ!!" گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے اونچی آواز میں سلام کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آ گئے تم لوگ۔؟ چیزیں خرید لیں ساری کچھ رہ تو نہیں گیا۔؟" فاریہ عالم جو کچن میں کام کر رہی تھیں ان کی آواز پر باہر نکلی تھیں۔اور ایک ہی بار میں کئی سوال کر ڈالے۔

"جی امی لے لیا ہے سب کچھ۔" اقراء چہک کر بولی۔اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔آخر اس نے اپنی پسندیدہ چیزیں جو خرید لی تھیں۔

لاہور کو چھوڑ کر کچھ گھنٹے پیچھے سفر کرو تو اسلام آباد میں سیاہی نے آسمان پر اپنے پر پھیلانے کو کھول دیئے تھے۔ابھی مکمل رات نہیں ہوئی تھی۔تارے آسمان پر ابھرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔جن میں کچھ کامیاب رہے تھے کچھ کی کوشش جاری تھی۔چاند بھی مدھم سا ابھرا ہوا تھا۔

وہ کاموں سے فارغ ہوتے اب کتابوں کے کمرے (سٹڈی) میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے ہاتھ میں وہی کتاب تھی جو اس نے پہلی بار یہاں آتے ہوئے اٹھائی تھی (اردو ادب کی رومانوی داستان)۔

وہ اسی کہانی میں کھوئی ہوئی تھی کہ فاروق صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔وہ اسے یہاں دیکھ کر کافی حیران تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مہیرہ بیٹا خیریت ہے۔؟"اس کے ہاتھ میں موجود کتاب پر نظریں جمائے انہوں نے پوچھا۔

"جی بابا کیوں کیا ہوا۔؟"مہیرہ نے ناسمجھی سے سر اٹھایا۔

"بیٹا آپ یہاں کیا کر رہی ہو۔آپ کو تو کتابیں پڑھنا نہیں پسند، ہے نہ۔؟"وہ پوچھ رہے تھے۔

اور مہیرہ آگے سے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ معصوم سی شرارت جو کسی چھوٹے بچے کی آنکھوں میں ابھرتی ہے۔

"جی بابا پسند نہیں تھیں پر اب پسند ہیں۔یہ کتاب دیکھیں کتنی مزے کی ہے اوپر سے اس کی کہانی تو بہت ہی پیاری ہے۔"وہ خوشی سے چہک کر انہیں بتا رہی تھی۔

"اچھا تو اس لئے آپ روز یہاں پائی جاتی ہیں، مجھے آپ کی اماں نے خبر پہنچائی ہے۔"وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولے۔

"ایک تو یہ اماں بھی۔جی بابا میں بس ایسے ہی آئی تھی دیکھنے کے لئے۔"پہلا جملہ اس نے سرگوشی میں کہا تھا۔وہ پزل سی دکھائی دے رہی تھی۔وہ انہیں نہیں سمجھا سکتی تھی کہ اچانک اسے کتابوں سے محبت ہو گئی ہے۔کتابیں تھیں بھی کتنی خوبصورت۔ کتنی پرکشش

۔اپنی جانب کھینچنے والی۔

"اچھا بیٹا پڑھو میں نے منع تو نہیں کیا۔کتابیں پڑھنا تو بہت اچھی بات ہے۔کتابیں انسان کے علم میں اضافہ کرتی ہیں اور بہت سی انجان چیزوں کے بارے میں آگہی دیتی ہیں۔"وہ پیار سے کہہ رہے تھے۔

"یہ بات تو آپ کی صحیح ہے۔آپ دیکھیں اس کتاب کے کردار بھی کتنے پیارے ہیں مجھے تو ان سے محبت سی ہو گئی ہے۔"اب وہ کچھ زیادہ ہی پر جوش ہو رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔"وہ ہنستے ہوئے بولے۔

شام تک دونوں باپ بیٹی بیٹھ کر کتابوں کے بارے میں تبصرے کرتے رہے۔فاروق صاحب تو بہت خوش تھے آخر انہیں کوئی ایسا انسان مل گیا تھا جس سے وہ کتابوں کے بارے میں بات کر سکتے تھے۔جس کے سامنے وہ اپنی رائے کا کھلے عام اظہار کر سکتے تھے۔اور زیادہ خوشی تو اس بات کی تھی کہ وہ انسان ان کی اپنی بیٹی تھی۔

ان کے دوستوں میں بھی کوئی ایسا نا تھا جو ان کے ساتھ ڈسکس کرتا کتابوں کو۔ان کے کرداروں کو۔

(کتنا اچھا ہے نہ آپ کو کوئی ایسا شخص مل جائے جس کے ساتھ آپ کتابوں پر تبصرہ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سکیں۔۔۔اپنے پسندیدہ کرداروں کے بارے میں انہیں آگاہ کر سکیں۔۔۔کسی ایسے انسان کے ہونے کا احساس ہی کتنا خوبصورت ہے۔)

رات سارے میں پھیل چکی تھی۔کسی بھی نفس کی آواز نہیں ابھرتی تھی۔ایسے میں وہ شخص جو رات کی سیاہی کا ہی حصہ معلوم ہو رہا تھا۔تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آرٹ اکیڈمی کی پچھلی راہداری میں سے گزر رہا تھا۔اس کے ایک ہاتھ میں چابیوں کا گچھا تھا اور دوسرے میں ایک سفید کپڑا جس میں شائد کچھ چھپا ہوا تھا۔اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کیا تھا۔

ساتھ میں وہ ارد گرد بھی نظر دوڑا لیتا۔کبھی پیچھے دیکھتا تو کبھی آگے۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ کہیں کوئی اسے دیکھ نہ لے۔اس کے قدم تیز تھے پھر بھی وہ کوئی آواز پیدا کئے بغیر ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا۔اکیڈمی کے پچھلی طرف بنے دروازے کے سامنے آکر وہ رُک گیا۔

ہاتھ میں پکڑے چابیوں کے گچھے پر نظر ڈال کر اس نے تالے میں ایک ایک کر کے ساری چابیاں ڈالنا

شروع کر دیں۔

ایک چابی ڈالی کام نہ بنا۔دوسری، تیسری پھر چوتھی پھر بھی کام نہ بنا۔وہ بس یہ جانتا تھا کہ انہیں چابیوں میں سے کوئی ایک چابی ہی ہے جو اس تالے کے لئے ہے۔اور وہ کونسی ہے اس سے وہ ناواقف تھا۔اب وہ کوئی ساتویں چابی لگا رہا تھا۔کلک کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔ یہ دروازہ اکیڈمی کے پچھلی طرف بنے قبرستان میں نکلتا تھا۔وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔اور دروازے کو اپنی طرف سے بند کر دیا۔وہ شاید یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اکیڈمی کی طرف سے ہی دروازہ بند ہے۔کیا معلوم۔۔؟

اس کے حلیے پر اگر نظر ڈالو تو وہ سیاہ ہڈی کے ساتھ سیاہ رنگ ہی کی جینز میں ملبوس تھا۔اس نے ہڈی کی ٹوپی کو سر سے آگے تک سر کایا ہوا تھا یوں کہ اس کا آدھا چہرہ نظر آ رہا تھا۔اس کے حلیے سے پتہ لگانا آسان نہیں تھا کہ وہ کون ہے۔

قبرستان کے عین بیچ میں آکر وہ رک گیا۔ادھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ کوئی وہاں موجود تو نہیں ہے۔جب اچھی طرح وہ یہ اندازہ لگا چکا کہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے تو اس نے وہ سفید کپڑا احتیاط سے کھولا۔اس سفید مخملی کپڑے میں کالے رنگ کی گن تھی جو وہ یہاں دفنانے آیا تھا۔اس نے وہ گن زمین پر احتیاط سے رکھ دی۔

کچھ دن پہلے ہی اس نے یہ گن خریدی تھی ابھی اس کے پاس اس کا لائسنس بھی نہیں

تھا۔اسی لئے وہ یہاں اسے چھپانا چاہتا تھا۔اس نے کسی کو گن خریدنے کے متعلق نہیں بتایا تھا۔اس نے قریب ہی ایک قبر کے پاس مٹی کھودنا شروع کی۔ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اس نے وہ گن اس میں رکھ دی اور اس پر اوپر سے مٹی ڈال کر مٹی کی سطح کو زمیں کی سطح سے برابر کیا۔اب وہ جگہ ایسے لگ رہی تھی جیسے وہ کھودی ہی نہ گئی ہو۔یہی تاثر تو وہ دینا چاہتا تھا کہ یہاں سے جب بھی کوئی گزرے وہ اس جگہ کے کھودے جانے کا اندازہ نہ کر پائے۔

وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔دروازے کو تالا لگا کر اس نے اسی تیزی کے ساتھ راہداری کو عبور کیا جس تیزی کے ساتھ وہ یہاں آیا تھا۔ہاتھ میں پکڑا چابیوں کا گچھا اس نے فاروق احمد کے آفس کی دراز میں ویسے ہی رکھ دیا جیسے پہلے پڑا تھا یوں کہ کسی کو شک نہ ہو۔

فاروق صاحب شاید کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔اس لئے وہ آسانی سے اپنا کام کر کے ان کے آفس سے نکل گیا۔

لاہور میں دن چڑھ آیا تھا۔سرخ مائل سنہری روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی آہستہ آہستہ۔لاہور میں بنے کالجوں میں سے ایک سرکاری کالج میں آؤ جہاں اقراء اپنے کالج میں موجود پرنسپل آفس کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی۔چونکہ اس نے اپنے تمام

دستاویزات اکیڈمی میں جمع کرا دیئے تھے اس لئے اب وہ مائیگریشن کی بات کرنے آئی تھی۔

"کیا میں اندر آجاؤں میم۔؟" اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر پوچھا۔

"شیور آیئے۔" میم سے اجازت ملنے پر اقراء نے آفس میں قدم رکھا۔

"میم میری مائیگریشن کا کیا ہوا۔؟" وہ یونہی کھڑے کھڑے پوچھنے لگی۔

"آپ بیٹھئے میں آپ کو ڈیٹیل بتاتی ہوں۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ کرسی کھینچ کر آرام دہ سے انداز میں بیٹھ گئی۔

"آپ کی مائیگریشن اسلام آباد کے ایک بہترین کالج میں کی گئی ہے چونکہ آپ کی سٹڈی سکلز کافی اچھی ہیں تو آپ کا وہاں ایڈمیشن آسانی سے ہو گیا ہے۔" وہ نرم لہجے میں اسے بتا رہی تھیں۔

"جی میم آپ بس مجھے باقی ساری ڈیٹیل بتا دیجئے۔" وہ ادب سے بولی۔

"شیور یہ آپ کی فائل ہے اس میں ساری ڈیٹیل موجود ہیں۔" انہوں نے ایک سرخ رنگ کی فائل

اس کی طرف بڑھائی۔ جس پر بڑے سے حروف میں "اقراء عالم" لکھا گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوکے مس اور شیڈیول کا کیا حساب ہو گا۔؟"اس نے فائل پر نظریں دوڑاتے ایک اور سوال کیا۔

"پہلے آپ کالج جائیں گی اور اکیڈمی کی شفٹ دن کو ہو گی۔یعنی دن دو بجے سے لے کر پانچ بجے آپ اکیڈمی جایا کریں گی، گاٹ اٹ۔"میم اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"جی میم میں سمجھ گئی۔اچھا ایڈمیشن میں کوئی ایشو تو نہیں ہو گا۔میرا مطلب ہے کہ میرے سارے ڈاکومینٹس ان تک پہنچ گئے ہیں نہ۔؟"اقراء نے تصدیق کرنا چاہی۔

"جی باقی سارے ڈاکومینٹس تو پہنچ گئے ہیں بیٹا پر آپ کے والد کا ڈیتھ سرٹیفیکیٹ بھی انہیں چاہیے۔"انہوں نے فکر سے کہا۔

"جی اچھا میم میں انہیں سینڈ کر دوں گی ویسے بھی ہم کچھ دنوں میں ہی شفٹ ہونے والے ہیں۔"اس نے آرام سے کہا پر اپنے بابا کے ذکر پر اس کا دل اداس ہو گیا تھا لیکن وہ میم کے سامنے خود کر پر سکون ظاہر کر رہی تھی۔

ان سے اجازت لے کر وہ باہر چلی آئی۔بریک ٹائم تھا تو اس کی دوستیں اس کی طرف بڑھ آئیں۔ازکیٰ کے علاوہ باقی ساری دوستیں بس نام کی ہی تھیں۔ازکیٰ ابھی نہیں آئی تھی۔

"تم چلی جاؤ گی یار تو ہم کیا کریں گے۔اور تم نے عبایا کب سے کرنا شروع کیا۔؟"اس کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک دوست نے پوچھا۔

وہ جامنی رنگ کا عبایا تھا جس پر نیلے نگینے جڑے تھے۔وہ عبایا اس پر کافی جچ رہا تھا۔

"ایسے ہی بس یار یہ مجھے اچھا لگا تو میں نے خرید لیا دیکھو اس کا کام کتنا خوبصورت ہے۔" وہ غرور سے بولی۔

اس کی ساری دوستیں ستائش سے اس کے عبایا کو دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں یار خوبصورت بھی ہے اور تم پر جچ بھی رہا ہے بہت۔" وہ سب یک زبان ہو کر بولیں۔

"اچھا اب سے کیا تم عبایا بھی کیا کرو گی۔؟" ان میں سے اس کی ایک دوست نے سوال پوچھا۔

"ہاں اگر تم لوگوں کی ہی اتنی تعریف مل گئی تو میں سوچ رہی ہوں لوگ میری کتنی تعریف کریں گے۔اب تو میں عبایا ہی کروں گی۔" اس نے گردن اکڑا کر کہا (وہ اس بات سے انجان تھی کہ ریاکاری اسے اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی)۔

"انسان جب غرور میں آجاتا ہے تو وہ کبھی اندازہ نہیں کر پاتا کہ وہ کس گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔"

"اچھا صحیح ہے۔" اس کی دوستوں نے منہ بگاڑا۔شاید ان میں سے کسی کو بھی اس کا عبایا کرنا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ازکیٰ آئی تو وہ بولی۔"اقراء چلو تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

وہ اس کے ساتھ کالج کی دیوار سائیڈ پر چلی آئی۔وہاں وہ درخت کے سائے میں بیٹھ گئیں۔

"تو تم نے کیا واقعی اس لئے عبایا خریدا ہے۔؟"وہ ابرو اٹھا کر پوچھنے لگی۔وہ ان کی باتیں سن چکی تھی۔

"نہیں میں نے تو ویسے ہی لیا تھا کبھی کبھار پہننے کے لئے۔"اقراء نے کندھے اچکائے۔

"تو پھر تم ان سب کو یہ کیوں کہہ کر آئی کہ تم اسی لئے پہنو گی۔؟"اس نے اب دوسرا سوال پوچھا۔

"ہاں بھئی اس میں قباحت ہی کیا ہے میرا پردہ بھی ہو جائے گا اور واہ واہ بھی۔"وہ بے فکری سے بولی۔

"سیریئسلی تم یہ سوچ رہی ہو۔؟"ازکیٰ اس کی بات پر کافی حیران تھی۔

"ہاں مسئلہ کیا ہے یار۔"اقراء اب جھنجھلا کر اس کی طرف مڑی۔

"کیا تمہیں نہیں پتہ دکھاوا کتنا بڑا گناہ ہے۔؟"وہ افسوس سے اسے دیکھتے سر ہلانے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ پلیز اب یہاں بھاشن دینا شروع مت کرو۔"اقراء نے ہاتھ جوڑ کر بے زاری سے کہا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا تم ایسا سوچتی ہو۔"ازکیٰ کو بہت زیادہ غصہ آرہا تھا لیکن وہ اپنی دوستی خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔اسی لئے وہ خود کو کچھ سخت کہنے سے باز رکھ رہی تھی۔ کبھی کبھار انسان چاہتے ہوئے بھی اپنے دوستوں کی تصحیح نہیں کر پاتا کیونکہ اسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں اس کا عزیز دوست چھوٹ نہ جائے۔

"یار پلیز اگر تم نے یہی باتیں کرنی ہیں تو میں جارہی ہوں۔"یہ کہتے ہی اقراء اٹھنے لگی۔

"اچھا بیٹھو رکو تو۔"وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"ہاں کوئی اور بات کرتے ہیں۔"اقراء بے زاری سے دوبارہ وہیں بیٹھ گئی۔پھر کچھ دیر بعد کہنے لگی۔

"چلو یار کچھ کھانے چلتے ہیں۔"اس نے ازکیٰ کو دیکھا جو شاید کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔

"ازکیٰ کدھر کھوئی ہوئی ہو۔"اقراء نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

"ہاں کچھ نہیں یار بس ایسے ہی۔ہاں چلو چلتے ہیں۔"وہ کہتے ہوئے اٹھی۔

(وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنی دوست کو کیسے سمجھائے کہ اسے کم از کم ریاکاری کے لئے تو پردہ نہیں کرنا چاہیے۔بے شک وہ پردہ نہ کرے۔پر وہ اسے یہ سب نہ کہہ سکی وہ ہمت ہی نہ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پائی۔شاید وہ اپنی دوستی خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس نے غلط کیا اور یہ گلٹ اب ساری زندگی اس کے ساتھ رہنا تھا کہ اس نے اپنی دوست کی تصحیح نہیں کی۔)"اگر دوست آپ کو صرف اس بات پر چھوڑ رہے ہیں کہ آپ ان کی غلطیوں کو سدھارنا چاہتے ہیں تو دوست بھلے ہی چھوٹ جائیں مگر ان کی تصحیح کر دینی چاہیے۔"

وہ اپنے گھر آئی تو اس کا دل بہت اداس تھا۔اس نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ اپنی

والدہ کی آواز پر وہ ان کی طرف پلٹی۔

"ازکیٰ بیٹا ادھر آؤ۔"وہ لاونج میں پڑے صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"جی ممی کہیں۔"وہ بوجھل قدموں سے ان کی طرف بڑھی۔

وہ کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ اس کا چہرہ دیکھ کر حیران رہ گئیں۔اس کے چہرے پر آنسوؤں کے نشان تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا کچھ ہوا ہے کیا۔؟"وہ فکر مندی سے بولیں۔

"کچھ نہیں ہوا ممی بس ویسے ہی میرا دل بوجھل تھا۔"وہ وہیں صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پھر آپ روئی کیوں ہیں کوئی بات ہے تو مجھے بتائیں۔"

"کچھ نہیں ممی آپ مجھے یہ بتائیں دکھاوا گناہ ہے نہ۔؟" وہ اس کی بات سن کر ہی ٹھٹھک گئیں۔

"ہاں بیٹا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ریاکاری سے منع فرمایا ہے۔ لیکن آپ کو اچانک یہ خیال کیوں آیا۔؟" کچھ وقفے بعد وہ بولی تھیں۔

"کچھ نہیں ممی میری ایک دوست ہے اس نے عبایا پہننا شروع کیا ہے اور جب لڑکیوں نے اس کی تعریف کی تو اس نے کہا کہ اس چیز میں کوئی قباحت نہیں اگر کوئی آپ کی تعریف کرے یا آپ کی واہ واہ ہو۔ یعنی وہ بس اس لئے عبایا کرے گی کہ اس کی واہ واہ ہو۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بیٹا آپ کو اسے سمجھانا چاہیے تھا نا کہ وہ ایسا نہ کرے۔ آپ نے کیوں کچھ نہیں کہا۔؟" انہوں نے سوالیہ نظروں سے اپنی بیٹی کو تکا۔

"ممی میں اسے کہنا چاہتی تھی لیکن وہ کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ پر وہ میری بہت اچھی دوست ہے میں اسے نہیں کہہ سکی۔ ممی میں نہیں چاہتی کہ وہ کوئی بھی برا کام کرے۔" اسے مزید رونا آ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا بتاؤ تو اس کا نام کیا ہے۔؟" ساجدہ بیگم نے پوچھا۔

"ممی نام بتانا ضروری نہیں ہے آپ خود ہی تو کہتی ہیں کہ ہمیں دوسرے انسانوں کا پردہ رکھنا چاہیے۔"

"اچھا ٹھیک ہے بیٹا کچھ نہیں ہوتا کوئی بات نہیں تم اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کر لو۔اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی کے لئے کی گئی ہدایت کی دعا رد نہیں کرتے ہیں۔" وہ پیار سے بولیں۔

"جی ممی آپ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مجھے اللہ پر پورا یقین ہے۔" اس کے چہرے پر اب پر سکون سی مسکراہٹ تھی۔

آسمان کا رنگ دھیرے دھیرے سنہرے رنگ سے تبدیل ہو کر سیاہ ہو رہا تھا۔اسلام آباد کی خاموش شام کو نظر انداز کرتے ہوئے اس چھوٹے سے گھر میں جھانکو تو وہاں سورج کی آخری کرنیں گھر سے رخصت لیتے ہوئے جانے کے لئے مڑ چکی تھیں۔

سارم دروازہ کھول کر آہستہ سے گھر میں داخل ہوا۔آج وہ اکیڈمی سے لیٹ آیا تھا۔رات ہو رہی تھی ہر طرف خاموشی تھی۔شاید سب سو گئے تھے۔

وہ کچن میں کھانا لینے کی غرض سے آیا۔"ارے تم سوئی نہیں ہو ماہی۔؟"مہیرہ کو کچن میں دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"نہیں بس یہ برتن دھولوں پھر جاؤں گی سونے۔"اس نے جواباً کہا۔اور پھر برتنوں پر نظر دوڑانے لگی۔برتن زیادہ نہیں تھے پر اس کا برتن دھونے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میرے لئے کھانا بھی نکال دو۔"وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالے کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا۔

"میں کیوں نکالوں بھئی کھانا بھی نکالو خود اور میرے ساتھ برتن دھونے میں بھی مدد کرو۔"مہیرہ نے حکم صادر کیا۔

"کیوں محترمہ یہ لڑکیوں کے کام ہیں۔میں کیوں کروں؟"سارم کا تو اس کی فرمائش پر دماغ ہی گھوم گیا۔

"ہاں تو کیا ہو گیا ہے۔میں اتنی تھک گئی ہوں یار۔"مہیرہ چہرے پر معصومیت طاری کرتے اداسی سے بولی۔

"میں بھی ابھی ہی تھکا ہوا آیا ہوں۔"اس نے بے زاری سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہم دونوں ہی تھکے ہیں تو طے ہو گیا کہ ہم دونوں مل کر دھوئیں گے۔بس اب میں اور کچھ نہیں

سنوں گی۔ویسے بھی اتنے سے تو برتن ہیں دونوں دھوئیں گے تو جلدی دھل جائیں گے۔"اس نے سارم کو آنکھیں دکھائیں۔جیسے وہ اس کی ایک نہیں مانے گی۔

"اچھا ٹھیک ہے پہلے کھانا نکالو میرے لئے اور گرم بھی کرو۔"سارم نے مزے سے کہا۔

"اچھا کرتی ہوں مجھے پھر سونا بھی ہے۔"وہ منہ بنا کر فریج سے کھانا نکالتے ہوئے بولی۔

تھوڑی دیر میں سارم کھانا کھا چکا تھا۔پھر انہوں نے برتن دھوئے۔ایک پانی ڈالتا اور ایک صابن لگاتا۔ساتھ میں انہوں نے ایک اور کارنامہ بھی کیا تھا۔برتن دھوتے ہوئے انہوں نے ایک دوسرے پر پانی پھینکنا شروع کر دیا تھا۔ثانیہ بیگم کچن میں داخل ہوتے ہوئے سلپ ہونے ہی لگی تھیں لیکن سارم انہیں بروقت تھام چکا تھا۔وہ شاید پانی پینے کی غرض سے آئی تھیں۔

"یہ کیا کیا ہے تم لوگوں نے۔؟"وہ ابرو اٹھا کر پوچھتی ہیں۔

"کچھ نہیں اماں ہم تو برتن دھو رہے تھے۔"وہ دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

"کیا کروں میں تم لوگوں کا آخر۔کب بڑے ہو گے تم لوگ۔"وہ افسوس سے سر ہلانے

لگیں۔

"مجھے دیکھیں اماں ذرا یہ چھ فٹ چار انچ کا جو قد ہے میرا کہاں سے بچہ لگتا ہوں میں۔" وہ منہ بگاڑ کر بولا۔

"حرکتیں دیکھ لو اپنی ذرا۔اب یہ سب صاف کرو وائپر لگاؤ۔" انہوں نے بے زاری سے کہا۔

"یہ ماہی کرے گی نا میں تو سونے جا رہا ہوں۔" سارم جمائی لیتے ہوئے بولا۔

"میں کیوں اماں یہ بھی تھا میرے ساتھ۔" مہیرہ رونی صورت بنا کر بولی۔اسے شدید نیند آ رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا تم دونوں مل کر کرو۔یہ تو شکر ہے میں بچ گئی ورنہ اگر گر کر مر جاتی تو کیا ہوتا۔تم لوگ تو بہت خوش ہوتے میرے مرنے پر۔" انہوں نے ناراضگی سے کہا۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہیں اماں۔ہم ابھی صاف کر دیتے ہیں۔اور بھلا ماؤں کے مرنے پر بھی کوئی خوش ہوتا ہے۔اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو۔" ان کی اس بات سے اب مہیرہ کو سچ مچ رونا آ گیا۔

"اچھا اب زیادہ نخرے نا کرو جلدی سے یہ پانی ہٹاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ کوئی اور سلپ ہو۔" یہ کہتے ہوئے وہ کچن سے نکل گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" مہیرہ نے سارم کو ٹھوکا مارا۔

"شرم کرلو بڑا ہوں تم سے۔" سارم نے اسے شرم دلانی چاہی۔ پر وہ مہیرہ ہی کیا جو کسی کی باتوں کا اثر لے۔

"ہاں بڑے تو تم نظر آتے ہو لیکن حرکتیں بلکل بھی بڑوں والی نہیں ہیں۔" اس نے تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

پھر نوک جھوک کرتے کچن صاف کر کے وہ دونوں اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

سیاہی چھٹ چکی تھی۔ اجلی اجلی نرم سی صبح ہر چہرے پر مسکراہٹ لانے کی تگ و دو میں مصروف تھی۔ جس میں وہ کامیاب بھی ہوئی تھی۔ ہر انسان اپنے کام میں مصروف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ بھی کالج کا یونیفارم پہنے کالج جانے کے لئے بلکل تیار تھی۔ ایک نظر خود پر ڈال کر وہ اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آگئی۔ ناشتے کے ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے سب کو سلام کیا۔

"اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ!! کیسے ہیں اماں، ابا۔" سارم شاید ہمیشہ کی طرح سویا ہوا

تھا۔

"ہم تو ٹھیک ہیں بیٹا آپ کیسی ہیں۔" فاروق صاحب نے اپنی بیٹی کو پیار سے دیکھا۔

"ہم بھی ٹھیک ہیں فاروق صاحب۔" وہ شرارتی انداز میں بولی۔

اس کے فاروق صاحب کہنے پر اس کے بابا ہنس دیے۔اور اماں بیگم کو اس کا فاروق صاحب کہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

"تمیز، شرم، لحاظ سب بھول گئی ہو کیا۔؟" انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔

"نہیں اماں حضور ابھی تھوڑی سی باقی ہے۔" وہی شرارتی انداز۔آخر میں وہ ہنستے ہوئے وہاں سے بھاگی۔مبادہ اماں کا جوتا ہی نہ پڑ جائے۔

"اچھا بیٹا سارم کو اٹھا دو سویا ہو گا ابھی تک۔" فاروق صاحب نے پیچھے سے ہنستے ہوئے آواز دی۔

"جی ابا وین دیکھ لوں پھر اٹھاتی ہوں۔" مہیرہ نے بھی انہیں کے انداز میں اونچی آواز دی۔

کالج کی وین دیکھنے کے لئے اس نے گھر کے گیٹ سے باہر جھانکا۔وین تو نہیں آئی تھی پر کوئی اور آ چکا تھا اور مہیرہ کے اچھے خاصے موڈ کا بیڑہ غرق ہو چکا تھا۔

"آؤ میری لیلیٰ ڈیزی چھوڑ دوں تم کو کالج۔" وہ اس کے قریب بائک روکتا ہوا بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شرم کرلو شاہنواز۔"اس نے منہ بگاڑا۔

"میری لیلیٰ! کیسے کروں آتی ہی نہیں ہے۔"وہ دانت نکالتے ہوئے بولا۔

"بدتمیز شکل گم کرواپنی اور آئیندہ لیلیٰ ڈیزی بولا تو دیکھنا۔"مہیرہ نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔اسے سخت زہر لگتا تھا یہ لفظ۔

شاہنواز، مہیرہ اور سارم بچپن کے دوست تھے ان کے گھر پاس پاس تھے۔ایک دوسرے کو فیور دینا ان کی بات ماننا یہ ان کی دوستی میں لازم تھا۔اور ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے تھے۔شاہنواز ان سے عمر میں چھوٹا تھا پھر بھی ان کی اچھی خاصی دوستی تھی۔وہ بچپن سے ہی مہیرہ کو لیلیٰ ڈیزی بلاتا تھا۔اب بھی وہ اسی بات پر بضد تھا کہ وہ اسے لیلیٰ ڈیزی ہی بلائے گا۔

"بھئی بچپن سے تمہیں لیلیٰ ڈیزی کہتا تھا اب بھی یہی کہوں گا۔"وہ بگڑا۔

"تمیز سے رہو زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اور میرا نام مہیرہ ہے سمجھے۔"اس نے غصے سے

کہا۔

"ہاں تو؟ میں تو پھر بھی لیلیٰ ڈیزی ہی بولوں گا میرے بچپن کی دوست ہو تم۔"اس نے پتی مسکراہٹ سے کہا۔

"میں تم سے پورے چار مہینے بڑی ہوں مجھے مہیرہ بولا کرو یا پھر آپی۔اور اب یہ اپنی کھٹارا بائیک ہٹاؤ یہاں سے۔"مہیرہ نے بے زاری سے اس کی بائیک کو دیکھا۔

"ہائے اتنی پیاری تو بائیک ہے میری، لیلیٰ بس میری تم سے دوستی ختم۔"اس نے ناراضگی دکھائی۔

"ہاں اچھا ہے جاؤ جاؤ میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔"مہیرہ نے منہ کے کئی زاویے بگاڑے۔

"نہیں جا رہا کیا کر لو گی لیلیٰ ڈیزی۔"شاہنواز نے زبان دکھائی۔

"جا رہے ہو یا نہیں۔"مہیرہ پیروں سے جوتا نکالنے کے لئے جھکی۔اس سے پہلے کہ مہیرہ اس پر جوتے برساتی وہ غائب ہو چکا تھا۔مہیرہ سے کوئی بعید نہیں تھی۔جاتے جاتے اسنے کہا تھا۔

"لیلیٰ ڈیزی دوبارہ آؤں گا جب تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور اگلی بار تمہارے لئے ڈیزی فلاور بھی لاؤں گا۔"اس کی بات پر مہیرہ افسوس سے سر ہلاتے رہ گئی۔(یہ عجیب احترام تھا)۔

وہ سارم کو اٹھانے گئی اور توقع کے عین مطابق سارم خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔

"سارم اٹھ جاؤ بابلا رہے ہیں۔"اس نے سارم سے لحاف کھینچتے ہوئے اسے اٹھانے کی

کوشش کی۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ گویا اس نے نا اٹھنے کی قسم کھائی ہو۔

"اوئے اٹھو لینڈ لارڈ۔" مہیرہ نے دوبارہ سے اسے جھنجھوڑا۔

"ماہی تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے کیوں چین کی نیند سونے نہیں دیتی۔" وہ نیم دراز ہو کر غصے سے بولا۔

"مجھے مسئلہ نہیں ہے ابا بلا رہے ہیں۔ اکیڈمی نہیں جانا کیا۔؟" وہ اسے گھور کر دیکھتی ہے۔

"اٹھ رہا ہوں۔" اس نے لحاف کو سائیڈ پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"ایک اور بات یہ شاہنواز کو سمجھا لو مجھے لیلیٰ ڈیزی مت کہا کرے۔ نہیں تو منہ توڑ دوں گی اس کا۔" اس نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا۔

"مذاق کرتا ہے یار اب میں اسے کیا کہوں اور وہ بچہ ہے ابھی۔" سارم نے آرام سے کہا۔

"بچہ نہیں ہے بے شک چھوٹا ہے مجھ سے لیکن قد دیکھا ہے اس کا مجھ سے بڑا دکھتا ہے۔" وہ دوبدو بولی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔" وہ بے زاری سے بولا۔

"لینڈ لارڈ اسے سمجھا لو اب میں بڑی ہوں وہ اس طرح کے ناموں سے بلائے گا تو لوگ کیا سوچیں گے۔ بچپن کی بات الگ تھی تب ہم دوست تھے اب میں پردہ کرتی ہوں کل کو لوگ

میرا اس سے تعلق جوڑنا شروع کر دیں گے۔مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا جب وہ مجھے لیلیٰ کہتا ہے۔"وہ اب کے نرمی سے بولی تھی پر اسے شدید غصہ آرہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے یار کہہ دوں گا تم فکر مت کرو۔"اس نے گویا بات ختم کرنا چاہی۔

"ہاں اب میں جا رہی ہوں یاد رکھنا نہیں تو میں پھر خود ہی اس سے نپٹ لوں گی مجھے تو تم جانتے ہی ہو نہ۔؟وہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

عصر کے وقت آسمان پر نیلے ابر اپنا سایہ کئے ہوئے تھے۔ہلال کا نقش فلک پر دھندلا سا نظر آرہا تھا۔اس منظر سے نظر ہٹا کر بھورے رنگ والے گھر کے ایک کمرے میں جھانکو جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ اپنے کینوسیز اور رنگوں کے ڈبوں کو ایک کارٹن میں ڈال رہی تھی۔وہ بھر گیا تو اس نے دوسرا کارٹن اٹھا کر کینوسیز کو اس میں ڈالنا شروع کیا۔چونکہ وہ لوگ دو، تین دنوں میں ہی یہاں سے شفٹ ہونے والے تھے تو وہ اپنا سارا سامان باندھ رہی تھی۔

آخر میں اس نے وہی پینٹنگ اٹھائی جس میں وہ اور اس کے بابا صوفے پر بیٹھے تھے۔میرے خیال سے تم جانتے ہو اس پینٹنگ کو۔یہ وہی پینٹنگ تھی جو اس نے اپنے بابا کے ساتھ مل کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بنائی تھی۔

وہ اتنی خوبصورت تو نہیں تھی پر نا جانے کیوں اسے لگتی تھی۔شاید اس میں اس کے بابا کا لمس چھپا تھا یا پھر ان کا عکس تھا۔وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اس کی ساری پینٹنگز ایک طرف اور یہ والی ایک طرف۔

اس کینوس کو اس نے ایک چھوٹے سے سنہرے ڈبے میں ڈال دیا۔وہ اسے باقی کینوسیز کے ساتھ رکھنا نہیں چاہتی تھی۔اس ڈبے کو اٹھائے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

اس نے وہ سوٹ کیس اٹھایا جس میں اس نے اپنے کپڑے اور باقی تمام چیزیں رکھی ہوئی تھیں ۔پھر اس نے وہ سنہرا ڈبا مکمل احتیاط کے ساتھ اس میں رکھ دیا۔سوٹ کیس وہ واپس اپنی جگہ پر رکھ رہی تھی کہ اس کی والدہ اس کے کمرے میں آ گئیں۔

"کیا کر رہی ہو اقراء بیٹا۔؟"انہوں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں امی بس اپنی چیزیں پیک کر رہی تھی۔"اس نے سوٹ کیس سائیڈ پر رکھ دیا۔

"اچھا بیٹا دیکھ لو پھر کوئی چیز رہ نا جائے۔"انہوں نے فکر سے کہا۔

"جی امی میں نے اپنا سارا سامان پیک کر لیا ہے اور اوپر کمرے میں کاٹن ہیں کینوسیز والے وہ بھی لے جانے ہیں۔"وہ کہتے ہوئے بیڈ پر اپنی ماں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

اگلے دو دن میں انہیں لاہور سے اسلام آباد شفٹ ہونا تھا۔اس لئے وہ سامان پیک کر چکے تھے۔پہلے انہوں نے سامان بھجوانا تھا پھر انہوں نے جانا تھا۔

ارحم نے سامان بھجوانے کے لئے کسی ٹرک والے سے بات کی تھی۔جو اس پر مان گیا تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ سب کھانے کے لئے جمع ہو گئے۔کھانا کھانے کے بعد وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔اسی اثناء میں ٹرک آ چکا تھا۔تو ارحم نے ورکرز کے ساتھ مل کر سامان لوڈ کرایا۔اور ٹرک لاہور سے اسلام آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ارحم اندر آ چکا تو اقراء کہنے لگی۔

"بھائی ہم پارک بھی جائیں گے نہ۔؟"اس نے اسے ایک نظر دیکھا۔

"کیوں پارک جانے کی کیا ضرورت ہے اب تم بڑی ہو گئی ہو۔"ارحم دوبدو بولا۔

"پر بھائی میں ہمیشہ بابا کہ ساتھ پارک جاتی تھی۔اگر آج بابا ہوتے تو مجھے آپ کی ضرورت نہ ہوتی۔"وہ آنکھوں میں نمی لیے خفگی سے بولی۔

"اچھا یار رو کیوں رہی ہو لے کر جاؤں گا نا تمہاری ہر بات مانوں گا تم پریشان کیوں ہو رہی ہو۔"وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔

"ہمم بلکل آخر کو تم میرے بھائی ہو۔"اقراء نم آنکھوں سے ہی مسکرائی۔

پھر وہ اٹھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔اسے اپنے لئے چائے بنانی تھی۔

"ایک کپ میرے لئے بھی۔" ارحم سمجھا تو اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

اسلام آباد میں اس وقت رات ہو رہی تھی۔ سرمئی اور سیاہ رنگ کے امتزاج سے بنے بادل آسمان پر اپنی شان و شوکت کے ساتھ پھیلے ہوئے تھے یوں کہ یہی ان کی آماجگاہ ہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ اٹکیلیاں کھیلتے ہوئے کبھی ایک چاند کو دھندلانے کی کوشش کرتا تو کبھی دوسرا۔

اس منظر سے نظر ہٹا کر دیکھو تو سارم شاہنواز کے گھر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاہنواز کا گھر ان کے گھر سے دو گھروں کے فاصلے پر تھا۔

گھر کے دروازے پر رک کر اس نے بیل بجائی۔ پہلے تو دل کیا کہ ایسے ہی داخل ہو جائے لیکن محترم سارم کے اخلاقیات کو یہ بات بلکل گوارا نہیں تھی۔ یہ بات اس کی شان کے برعکس تھی۔

دروازہ ایک عورت نے کھولا جن کی عمر لگ بھگ چالیس کے قریب تھی۔ غالباً وہ شاہنواز کی ماں تھیں۔ اور سارم کی دوسری ماں۔

"ارے سارم بیٹا تم۔" وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی اسلام علیکم اماں جی!! شاہنواز کدھر ہے اس سے ملنے آیا تھا۔" اس نے سلام کرتے ہی کہا۔

"بڑے دنوں بعد آئے ہو وہ بھی شاہنواز کے لئے۔ اپنی ماں کو بھی یاد کر لیا کرو۔" وہ اسے گھور کر بولیں۔ آخر کو اس کی دوسری ماں تھیں۔

(چونکہ سارم، شاہنواز اور مہیرہ بچپن کے دوست تھے اس لیے وہ ایک دوسرے کی ماؤں کو اماں ہی کہتے تھے۔ تبھی وہ اس کی دوسری ماں کہلاتی تھیں۔)

"اماں آج کل ذرا مصروف ہوں بس اسی لئے۔" سارم مسکرا کر بولا۔

"بڑا مصروف ہو گیا ہے میرا بچہ۔ کن چکروں میں پڑ گئے ہو پتّر۔" وہ اسے کہنی مارتے ہوئے شرارتی مسکراہٹ لبوں پر لئے بولیں۔ ایک تو یہ مائیں بھی افف۔

"ایسی بات نہیں ہے اماں اب ابا کے ساتھ اکیڈمی جاتا ہوں تو اسی لئے۔" سارم نے خجل سا ہوتے ہوئے اپنے سر کو کھجایا۔

"اچھا آؤ اندر آؤ۔ میں بھی کتنی بے وقوف ہوں تمہیں یہیں باتوں میں لگا دیا۔" وہ اسے راستہ دیتے ہوئے بولیں۔ تو وہ گھر کے اندر بڑھ گیا۔

"شاہنواز اپنے کمرے میں ہے پتّر تو جا اس کے پاس میں زرا کام کر لوں۔" وہ اندر آیا تو انہوں

نے کچن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اوئے سدھر جاتو۔" وہ شاہنواز کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھولتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"او بھئی مسئلہ کیا ہے، کیا کیا ہے میں نے۔؟" شاہنواز اٹھتے ہوئے بولا۔

"میری بہن کو کیا کہہ کر آئے تھے صبح۔؟" اس کی طرف بڑھتے سارم نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"لیلیٰ ڈیزی۔" معصومیت سے شاہنواز نے دانت نکالے۔

"اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ سدھر جا، کسی دن اس نے تیرا سر پھاڑ دینا ہے۔ میں نہیں آؤں گا تجھے بچانے، پھر نہ کہنا مجھے۔" وہ شاہنواز کو وارن کرتے ہوئے بولا۔

"ارے بھئی ڈرتا نہیں ہے تیرا بھائی اس سے۔" بے فکر سا وہ بولا تھا۔

"شرم کر لے کچھ میری بہن پر دہ کرتی ہے تو ایسے ناموں سے پکارے گا تو لوگ کیا کہیں گے۔" سارم نے اب کے سنجیدگی سے کہا۔

"یار لوگوں کو کیوں بیچ میں لا رہا ہے۔ میں بچپن سے اسے اسی نام سے بلاتا ہوں۔" وہ اب بے زار ہو گیا۔

"تو سدھر سکتا ہے یا نہیں۔؟" سارم نے غصے سے اسے دیکھا۔

"نہیں سدھر رہا، کیا کر لے گا۔؟" ابھی اس نے یہ جملہ بولا ہی تھا کہ سارم نے اس کی گردن

دبوچ لی۔

"دیکھ بھائی اگر تو اس کا احترام نہیں کرے گا تو باقی لڑکے بھی اسے اسی نام سے بلائیں گے ۔پھر تجھے اچھا لگے گا کہ لوگ اسے تنگ کریں۔؟"وہ پوچھنے لگا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں بلاؤں گا اب اس نام سے، خوش۔"شاہنواز نے ہتھیار ڈالے۔یہ بات تو اسے بھی گوارا نہ تھی کہ کوئی مہیرہ کے کردار پر کسی قسم کی بات کرے۔یا کوئی اسے ایسے نام سے بلائے۔

"ہاں بہت خوش۔چل بتا کیا کھلائے گا اب۔؟"سارم نے اس کی گردن چھوڑی۔

"بھوکے گھر سے کھا کر نہیں آیا کیا۔؟"وہ منہ بگاڑ کر بولا۔

"نہیں۔"سارم نے معصومیت کی انتہا کر دی۔

"چل کھلاتا ہوں اماں سے کہہ کر کچھ مگر تو بھی مہیرہ کو بول دینا مجھے سوری کہے اس نے میری بائیک کو برا کہا تھا۔"آخری بات اسنے رونی صورت بنا کر بولی۔

"تو چھوٹا بچہ ہے کیا۔؟وہ کیوں کرے سوری تجھ سے۔؟تو سوری کر اسے لیلیٰ ڈیزی بلانے پر۔"سارم نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"میں نہیں کر رہا سوری۔"اس نے منہ بنایا۔پھر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسلام آباد پر صبح بہت خوشگوار سی اتری تھی۔وہ اپنی بائیک لئے فاروق صاحب کے گھر کے باہر کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ میں ڈیزی فلاورز تھے۔

تھوڑی دیر میں ہی مہیرہ باہر آئی اور اسے دیکھ کر پارا پھر سے چڑھ گیا۔اور اس کے ہاتھ میں پکڑے پھولوں کی طرف نظر ڈال کر اس نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔

"لیلیٰ ڈیزی دیکھو تمہارے لئے فلاورز لایا ہوں۔"شاہنواز نے مسکرا کر پھول اس کی طرف بڑھائے۔

"میں نے کہا تھا مجھے لیلیٰ ڈیزی مت کہنا۔"وہ غصے سے بولی۔

"اچھا اب سے نہیں بولوں گا میری پیاری دوست۔ماہی بولا کروں گا اوکے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"وہ نرمی سے بولا تو مہیرہ نے بھی نرمی دکھائی۔

"سوری میں نہیں چاہتا کوئی تمہارے کردار پر کسی بھی قسم کی بات کرے۔آئیندہ میں تمہیں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جس کی وجہ سے تمہارے کردار پر کوئی حرف آئے۔"وہ نم آنکھوں سے بولا۔سارم سے اس نے کہا تھا کہ سوری نہیں کرے گا لیکن اب یہاں پہنچ گیا تھا سوری کرنے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا بس کرو اب اتنا جذباتی مت ہو۔" مہیرہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہیں پتہ ہے نہ میری بہن نہیں ہے۔ تم میں، میں اپنی بہن کو دیکھتا ہوں۔ تم پر کوئی بات کرے گا تو میں سمجھوں گا وہ مجھ پر بات کر رہا ہے۔ تم میری بہن ہو ماہی۔" وہ شرٹ کی آستین سے اپنے آنسوں پونچھتے ہوئے بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے اب بس کرو اب اتنی سی بات پر کون روتا ہے پاگل۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئی۔ اس کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

"اچھا اب یہ پھول تو لے لو، ڈیزی فلاورز خاص تمہارے لئے علیم انکل کے باغ سے توڑ کر لایا ہوں۔" وہ آنکھ مارتے شرارتی انداز میں بولا۔

"تم کبھی نہیں سدھرو گے شاہنواز۔ چلو اب شکل گم کرو نہیں تو۔" ابھی مہیرہ کچھ کہہ ہی رہی تھی کہ وہ بیچ میں بول پڑا۔

"اگر اس طرح سے کہو گی تو میں کہیں نہیں جا رہا۔" شاہنواز نے ناراضگی دکھائی۔

"تو پھر کس طرح سے بولوں آپ کو مہاراج۔" مہیرہ نے آنکھیں دکھائیں۔

"ذرا پیار سے بولو بہن۔" اس نے شرارتی انداز میں فرمائش کی۔

"اچھا میرے پیارے بھائی دفع ہو یہاں سے۔" اس نے جبری مسکراہٹ کے ساتھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہا۔شاہنواز اس کے اس انداز پر ہنس دیا۔اس کو ہنستا دیکھ کر مہیرہ بھی ہنسنے لگی۔

"سوری تمہاری بائیک کو کھٹارا کہنے کے لئے۔"مہیرہ نے دل سے معذرت کی تھی۔

"ارے تم سوری کیوں کہہ رہی ہو بھائیوں سے بھلا کوئی سوری کرتا ہے۔"وہ ہونٹوں پر پیاری سی مسکراہٹ لئے بولا۔ مسکراتے ہوئے وہ کتنا پیارا لگتا تھا۔اس کے بائیں جانب گال پر گڑھا ابھرتا تھا۔جو اس کی مسکراہٹ کو مزید دلکش بناتا تھا۔

"اچھا اب میں جا رہی ہوں پھولوں کے لئے شکریہ۔"پھول جو مہیرہ نے تھوڑی دیر پہلے ہی اس سے لئے تھے ان پر ہاتھ پھیر کر وہ مسکرائی تھی۔

"نو نیڈ۔"شاہنواز نے منہ بگاڑا۔پھر اپنی ہی حرکت پر ہنسا۔اور اپنی بائیک کو لئے وہاں سے چلا گیا۔

سیاہ رنگ کی لینڈ کروزر آج پھر لاہور سے اسلام آباد کی طرف گامزن تھی۔بس آج اس کے اندر بیٹھے لوگوں میں سے ایک انسان مختلف تھا۔آج ازکیٰ نہیں تھی اس کی جگہ فاریہ عالم تھیں۔ارحم گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور فاریہ عالم اس کے پہلو میں موجود سیٹ پر براجمان تھیں۔

اور اقراء اپنے مشغلے میں مصروف تھی۔نیلا کیمرہ ہاتھ میں اٹھائے وہ کبھی ویڈیو بناتی، کبھی کسی اچھی جگہ کی تصویر کھینچتی۔

راستے میں انہوں نے ایک ڈھابے سے کھانا کھایا تھا۔اور تقریباً آج بھی چار گھنٹے کے سفر سے وہ اسلام آباد پہنچ چکے تھے۔

فاریہ عالم نے گھر میں قدم رکھا تو ان کی آنکھوں میں نمی سی چھلکی۔ارحم اور اقراء کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

فاریہ عالم پورے دو سال بعد اس گھر میں آئی تھیں۔گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں یوں لگا جیسے اس گھر میں ان کے ہمسفر کی خوشبو رچی بسی ہے۔

"امی کیسا لگا آپ کو یہاں آکر۔؟"اقراء نے نم آنکھوں سے پوچھا۔

"۔یہ گھر تو ہمیشہ مجھے اپنا محسوس ہوتا ہے۔آج بھی میرے دل میں وہی احساس قائم ہے۔"وہ نم آنکھوں سے ہی مسکرائیں۔

"وہ اس لئے امی کیونکہ آپ نے ہمیشہ بابا کو اپنا مانا۔تو ان کی چیزیں بھی آپ کو اپنی لگتی ہیں۔"اقراء کہہ رہی تھی۔

"تمہارے بابا نے ہمیشہ مجھے احترام دیا۔انہوں نے اپنے خاندان سے میرے لئے لڑائی مول

لی تھی۔اگر میں انہیں اپنانا مانتی تو یہ ان کے عمل کی نفی کرنے جیسا تھا۔"ان کی آنکھوں میں آج بھی عالم محمود کے لئے محبت،احترام اور وفا واضح تھی۔

"جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت کا مان رکھنا آپ پر لازم ہوتا ہے۔"

"مجھے اپنے بابا پر بہت فخر ہے۔"اقراء مسکرائی۔

"بس کر دیں آپ لوگ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہے ہیں۔"ارحم نے ہنستے ہوئے انہیں ٹوکا۔

"ہاں بس ہو گئی۔چلو اب سب مل کر گھر کو سیٹ کرتے ہیں۔"فاریہ عالم اپنے آنسوں پونچھتے ہوئے بولیں۔وہ جو کچھ دیر پہلے ہی لاؤنج میں آ کر بیٹھے تھے اب کاموں کے لئے اٹھ چکے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رات تک انہوں نے پورے گھر کو صاف کر لیا تھا۔زیادہ تر تو صاف ہی تھا مگر انہوں نے اپنے مطابق گھر میں تبدیلی کی۔فاریہ بیگم اور اقراء نے مل کر کھانا بنایا تھا۔

سب کھانہ کھانے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ ارحم بولا۔

"امی لان صاف تو ہو گیا ہے۔لیکن آپ اپنے طریقے سے اسے سیٹ کر لیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا میں کچھ دنوں میں دیکھتی ہوں۔"وہ نوالہ منہ کی طرف لیجاتے ہوئے بولیں۔

"جی امی اگر اور بھی آپ کو کوئی پودے چاہیے ہوں تو میں لا دوں گا۔"ارحم نے پوچھتے ہوئے

کہا۔

"ہاں بیٹا بس گلاب کا پودا ضرور ہونا چاہیے۔ تمہارے بابا کو گلاب بہت پسند تھے۔" وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ آنکھوں میں نمی سی چھلکی تھی جسے فاریہ عالم مہارت سے چھپا گئیں۔

"مجھے پتا ہے امی اسی لئے میں نے مالی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ گلاب کا پودا ضرور لگائے۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

سفید ابر آسمان پر ابھر رہے تھے۔ سورج بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا ہوا کبھی چھپتا اور کبھی سامنے آجاتا۔ نیلے اور سبز رنگ کے امتزاج سے بنی اس کوٹھی کے اندر اگر جھانکو تو وہ اپنے کمرے میں کھڑی تیار ہو رہی تھی۔

سفید رنگ کا یونیفارم پہن کر اب وہ اسی کے ساتھ ہم رنگ پٹی پہن رہی تھی۔ پنز سے اسے سیٹ کر کے بے بی پنک کلر کا بیگ اٹھائے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے ہی اس نے ناصرہ بی کو آواز دی۔

ناصرہ شروع سے ہی ان کی ملازمہ تھی۔ جن کی عمر تقریباً پچاس کے قریب تھی۔ لیکن جب وہ یہاں سے شفٹ ہوئے تو انہوں نے ضرورت کے مطابق رقم دے کر ان کو ان کے گھر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بجھوادیا تھا۔اب جب وہ لوگ کوٹھی میں واپس آرہے تھے تو ارحم نے انہیں اپنے آنے سے دو دن پہلے ہی بلوالیا تھا۔

انہیں ملازمہ کی ضرورت تو نہیں تھی پر چونکہ وہ ان کے ساتھ شروع سے ہی کام کرتی تھیں اور ضرورت مند بھی تھیں تو ارحم نے سوچا کے وہ اسے دوبارہ بلالیں۔

ایک تو ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور فاریہ بیگم کا ہاتھ بھی بٹ جائے گا۔

"جی بی بی جی کچھ چاہیے آپ کو۔"ناصرہ بی نے آتے ساتھ ہی کہا۔

"جی، میرے لئے پلیز جلدی سے ناشتہ بنادیں۔میرا پہلا دن ہے میں لیٹ نہیں ہونا چاہتی۔"اقراء نے انہیں کہا اور ساتھ ہی ٹیبل پر موجود پانی کا گلاس اٹھا کر اس میں پانی ڈال کر پی گئی۔

"جی بی بی ابھی لاتی ہوں۔آپ بس تھوڑا سا رکیں۔"وہ کہتے ہی کچن کی طرف پلٹ گئیں۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ ارحم کے ساتھ کالج چلی گئی۔ارحم نے سوچا تھا کہ کچھ دنوں میں اس کے لئے وین لگوادے گا۔

کلاس میں بیٹھے وہ سوچ رہی تھی کہ مہیرہ سے ملنے کیسے جائے۔لاہور میں بھی وہ اسے بہت یاد آتی تھی۔لیکن اس سے ملنے نہیں آسکی تھی کبھی۔اب جب وہ ایک ہی شہر میں تھے تو اس کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے ملنے جائے۔ لیکن کیسے جائے یہ نہیں پتہ تھا۔

چھٹی کے وقت جب وہ عبایا پہننے لگی تو اس کا ذہن وقت میں پیچھے دوڑتا چلا گیا۔ یہ اس وقت کی بات تھی

جب وہ نائنتھ کلاس میں تھی۔ مہیرہ اور وہ کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔

"آخر تم عبایا کیوں نہیں لیتی۔؟" مہیرہ نے پوچھا تھا۔

"کیوں لوں یار اتنی پیاری ہوں میں۔ اور پھر ویسے بھی مجھے عبایا پہننا بلکل نہیں پسند۔" اقراء نے منہ بگاڑا۔

"حسن عارضی ہے یہ کبھی بھی فنا ہو سکتا ہے۔" مہیرہ نے اسے دیکھ کر کہا۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے میں عبایا پہنوں یا نا پہنوں۔" اب اسے غصہ آ گیا۔

"تمہارے بھلے کے لئے کہہ رہی ہوں۔ پردہ عورت کے لئے ڈھال کا کام کرتا ہے۔" مہیرہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میں نہیں لے رہی یار مجھے اچھا نہیں لگتا۔ پردہ مجھے قید کی طرح لگتا ہے۔" اقراء نے بگڑ کر کہا۔

"پردہ قید نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورت کے لئے انعام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں

پردہ مومن عورتوں پر اس لئے فرض ہوا تا کہ وہ پہچان لی جائیں۔ان کی پہچان ہو کہ وہ مومن عورتیں ہیں اور پھر کوئی بھی کافر مرد انہیں ستائے نا۔پردہ عورت کی پہچان ہے۔یہ پہچان اللہ نے خود عورتوں کو عطا کی ہے۔۔"یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔کچھ لمحے کے لئے وہ خاموش ہی رہی پھر کہنے لگی۔

"پردہ اور حیا عورت کی تکمیل کرتے ہیں۔ایک عورت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پردہ اس کی خوبصورتی کو ڈھاتا نہیں ہے بلکہ اس کے وقار میں اضافہ کرتا ہے۔"

"مس مہیرہ اگر آپ کا لیکچر ختم ہو چکا ہو تو ہم اب باہر چلیں۔"اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے اس نے معصومیت سے کہا تو مہیرہ کا قہقہہ پوری کلاس میں گونج اٹھا۔اسی کے ساتھ ہی وہ حال میں واپس لوٹ آئی۔(وہ سوچ رہی تھی کہ مہیرہ اسے عبایا میں دیکھے گی تو کتنا خوش ہو گی۔)

اب اسے اکیڈمی بھی جانا تھا۔سو وہ کالج سے باہر نکل آئی۔

وہ کالج سے لوٹتے ہوئے گھر سے ابھی کچھ دور ہی تھی کہ اس نے اپنے گھر کے سامنے کسی کو کھڑا پایا۔وہ شخص ایسے کھڑا تھا کہ مہیرہ کی طرف اس کی پیٹھ تھی اور وہ اندازہ نہیں کر سکی کہ

وہ کون ہے۔

قریب آنے پر وہ اسے پہچان گئی تھی۔

"ارحم بھائی آپ۔؟" وہ چہک کر بولی۔ارحم کو دیکھتے ہی مہیرہ کے چہرے پر خوشی سی بکھری تھی۔

"کیسی ہو گڑیا۔؟" ارحم نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تو ٹھیک ہوں آپ بتائیں کیسے ہیں۔امی کیسی ہیں اور اقراء کیسی ہے۔؟" وہ خوشی اور جوش کی ملی جلی کیفیت سے کہہ رہی تھی۔اسے تو اپنی آنکھوں پہ یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

"سب ٹھیک ہیں گڑیا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔وہ مہیرہ کو گڑیا کہہ کر ہی بلاتا تھا۔جیسے اقراء کو گڑیا کہتا تھا۔

"کون ہے باہر۔؟" مہیرہ کی امی کی آواز آئی تھی۔اسی کے ساتھ ہی وہ باہر دروازے تک آئیں۔

"ارے ارحم میرے بچے کیسے ہو۔؟" اتنے ٹائم بعد اسے دیکھ کر ان کی آنکھ نم ہو گئی تھی۔وہ اسے گلے لگا گئیں۔

"میں ٹھیک ہوں اماں آپ بتائیں کیسی ہیں۔؟" ارحم نے ان کا ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے

Clubb of Quality Content

لگایا۔

"بیٹا مجھے کیا ہونا ہے۔سب ٹھیک ہیں۔تمہاری والدہ کیسی ہیں،اقراء بیٹی کیسی ہے۔؟"وہ پیار سے پوچھنے لگیں۔ابھی وہ کچھ بول ہی پاتا کہ مہیرہ کہنے لگی۔

"اماں سب ٹھیک ہیں اب جگہ دیں ساری باتیں گیٹ پر ہی کریں گی کیا آپ؟بھائی کو سانس تو لینے دیں۔"

"ہاں آؤ آؤ بیٹا اندر آؤ۔"وہ اسے کہتے ہوئے راستہ دینے لگیں۔اچانک ہی اس کے لئے ان کے دل میں پیار جاگ گیا تھا۔دو سال کی دوری کا اثر تھا۔

وہ اندر آیا تو سب کچھ ویسا ہی تھا۔بلکل پہلے جیسا۔اسے وہ دن یاد آ گئے جب وہ پہلے یہاں آیا کرتا تھا۔

وہ ادھر اُدھر نظر دوڑا رہا تھا۔کہ اس کی نظر کتابوں والے کمرے پر پڑی۔

وہ اس کی طرف بڑھ گیا۔مہیرہ بیگ وغیرہ رکھ کر اس کے ساتھ ہی چلی آئی۔

وہ اکثر جب یہاں آتا تھا تو فاروق صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔اسے کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔لیکن اس کے پاس پڑھنے کا وقت نہیں ہوتا تھا۔تو وہ فاروق صاحب سے سن لیا کرتا تھا کبھی کبھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا تم نے کتابیں پڑھنا شروع کیں۔؟" وہ مہیرہ سے پوچھنے لگا۔

"بھائی آپ تو جانتے ہیں مجھے نہیں پسند۔" مہیرہ اپنے چہرے پر امڈنے والی شرارتی مسکراہٹ کو چھپاتے اداسی سے بولیں۔

"کیا تمہیں اب بھی نہیں پسند۔؟" وہ حیران ہوا۔اسے لگا تھا شاید مہیرہ کو کتابوں میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہو۔پر وہ انجان تھا کہ مہیرہ اسے بے وقوف بنا رہی تھی۔"لیکن خیر کوئی بات نہیں۔" کتابوں پر نظریں دوڑاتے وہ مہیرہ کی شرارتی مسکراہٹ نہیں دیکھ پایا۔

"نہیں بھائی اب مجھے پسند ہیں۔اور میں اسی کمرے میں ہی پائی جاتی ہوں۔ کبھی کبھی تو اماں سے مرمّت بھی ہوتی ہے۔" اب کہ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"اچھا صحیح ہے۔ویسے بھی کتابیں پڑھنا اچھی بات ہے۔کتابیں ناواقفیت سے واقفیت تک کا سفر طے کراتی ہیں۔" ارحم نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"جی یہی بات ابا حضور بھی کہتے ہیں۔ خیر میں کافی انجوائے کرتی ہوں۔مجھے اب بہت اچھا لگتا ہے۔" چہک کر کہتے ہوئے مہیرہ مسکرائی تھی۔

"اچھا چلیں آئیں، کیا کھائیں گے آپ۔؟" وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کمرے سے نکلتے ہوئے بولی۔

"میں تو اماں کے ہاتھ کی بریانی کھانے کے لئے آیا ہوں۔" ارحم مزے سے کہتے ہوئے لاؤنج میں پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اچھا جی یعنی آپ کھانے کے لئے آئے ہیں بس، ہم سے ملنے نہیں آئے۔" مہیرہ خفا خفا سی بولی۔

"ارے بھئی اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ تمہارے لیے ہی آیا ہوں۔ جب میں اقراء کا ایڈمیشن کرانے آیا تھا تو انکل نے کہا تھا مہیرہ تمہیں یاد کرتی ہے۔ کیا سچی۔؟؟ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔

"ہاں بھئی اب آپ کا کچھ پتا ہی نہیں تھا ویسے بھی مجھے اپنے بھائی کی فکر تھی۔ آپ کون ہیں۔؟" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"اچھا ٹھیک ہے میری بہن۔" ارحم اس کے انداز پر ہنسا تھا۔

"آپ اقراء کو مجھ سے ملانے کے لئے نہیں لائے۔" مہیرہ نے خفگی بھری نظر اس پر ڈالی۔

"لے آؤں گا میری پیاری بہن! ناراض مت ہو ابھی تو سارم سے بھی ملنا ہے۔ ورنہ چھوڑے گا نہیں تمہارا بھائی مجھے۔" وہ کان کھجاتے مسکرا کر بولا۔

"چلو بیٹا تم لوگ باتیں کرو میں بریانی بناتی ہوں تمہارے لئے۔" ثانیہ بیگم اٹھ گئیں وہاں

سے۔وہ ان کی نوک جھوک بہت انجوائے کر رہی تھیں۔اپنے بیٹے کو دیکھ کر بار بار آنکھ نم ہوئی جا رہی تھی۔

ارحم بہت خوش تھا کہ اسے دو دو ماؤں کا پیار ملا ہے۔یہ سوچ کر اس کی آنکھیں بھی خوشی سے نم ہوئی تھیں۔

کالج کے بعد اب وہ آرٹس اکیڈمی کے سامنے کھڑی تھی۔اس نے اکیڈمی کے ماتھے پر لگے بورڈ پر نظر ڈالی۔جہاں بڑا سا آرٹس اکیڈمی آف اسلام آباد لکھا تھا۔یہ اس کی زندگی کی نئی شروعات تھی۔اس کے ہونٹ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔مسکراتے ہوئے اس کی بادامی آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھیں۔جو اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتی تھیں۔پر یہ مسکراہٹ کے لمحے بھی اس کی زندگی میں کبھی کبھار ہی آتے تھے۔

اپنا عبایا سنبھالتے وہ اکیڈمی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔اور سیدھا آفس کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا میں اندر آ جاؤں۔؟"اقراء نے آفس کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"جی بیٹا آؤنا۔"فاروق صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"انکل کیسے ہیں آپ۔؟"اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا آپ بتائیں کیسی ہیں۔والدہ کیسی ہیں آپ کی۔؟"انہوں نے جواباً کہا۔

"سب ٹھیک ہیں الحمدللہ۔"اقراء مسکرائی۔

"یہ تو گڈ ہو گیا۔"فاروق صاحب بھی جواباً مسکرائے۔

"اچھا انکل میری کلاس کہاں ہے۔؟ٹوٹل کتنی کلاسیز ہوں گی۔؟"اس نے اپنے مقصد کی بات پوچھی۔

"ہاں بیٹا میں فیروز کو کہتا ہوں وہ آپ کو کلاس تک لے جائے گا۔اور ٹوٹل دو کلاسیز ہوں گی ایک تھیوری کی اور ایک پریکٹیکل کی۔"وہ اسے کہتے ہوئے ٹیبل پر سے انٹر کام اٹھانے لگے۔

کچھ ہی لمحوں بعد وہ کلاس میں بیٹھی ہوئی تھی۔وہاں دو قطار میں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ایک طرف لڑکوں کے لئے اور دوسری طرف لڑکیوں کے لئے۔

وہ جس کرسی پر بیٹھی تھی اس کے ساتھ والی کرسی پر ایک لڑکی آکر بیٹھ گئی۔

"ہائے کیسی ہو۔؟"اس لڑکی نے اقراء کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے اقراء نے نا سمجھی سے تھام لیا۔

"ٹھیک۔"یک لفظی جواب۔وہ زیادہ بات نہیں کرتی تھی اور جو لوگ اس کے لئے اجنبی

تھے ان سے تو بلکل بھی نہیں۔

"تم نئی ہو کیا۔پہلے کبھی نہیں دیکھا۔؟"وہ لڑکی پوچھنے لگی۔

"جی۔"پھر سے وہی یک لفظی جواب۔

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"اس نے اگلا سوال کیا۔

"اقراء عالم۔"بے زاری سے کہا گیا۔

"مجھ سے میرا نام نہیں پوچھو گی کیا۔تم میرے بارے میں جاننا نہیں چاہتی۔؟لڑکی نے ایک اور سوال داغا۔

"نہیں۔"وہ سوچ رہی تھی کوئی اتنا زیادہ کیسے بول سکتا ہے۔اور پھر ایک اجنبی کے ساتھ۔

"ارے کیسی لڑکی ہو اب ہم نے تین سال ایک ساتھ رہنا ہے۔ہمیں ایک دوسرے کو جان لینا چاہیے۔"لڑکی ہاتھ جھلا کر بولی۔جیسے اسے اقراء کی یہ بات پسند نہ آئی ہو۔

"اس کی ضرورت نہیں یہاں میں دوسروں کو جاننے کے لئے نہیں آئی اپنا کام کرنے کے لئے آئی ہوں۔"اب کے اس نے لمبی وضاحت دی تھی۔

"اچھا میں خود ہی بتا دیتی ہوں میرا نام ہے فروہ غفار۔امید ہے ہماری اچھی بنے گی۔"

"بتانے کے لئے شکریہ۔"اقراء نے ایک نظر اسے دیکھا۔"وہ اچھی دکھتی تھی۔"اس نے

سوچا تھا۔

"اچھا پھر تم کیا بننا چاہتی ہو۔؟" ایک اور سوال۔

"تمہارا جاننا ضروری نہیں۔" اس نے اکڑ سے کہا۔ فروہ بھی اب خاموش ہو گئی اسے اقراء بہت عجیب لگی تھی۔

یہ تھیوری کی کلاس تھی تھوڑے وقت میں ٹیچر کلاس میں آچکی تھیں۔ اس کلاس کے بعد وہ لوگ پریکٹیکل کلاس لینے کے لئے دوسری کلاس میں چلے گئے۔

"کیا تم بلکل بھی بات نہیں کرتی۔" فروہ کی زبان پر کھجلی ہوئی تو اس نے پھر سے بولنا شروع کر دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بلکل نہیں۔" اقراء نے آرام سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے تم نہیں کرتی میں، تو کرتی ہوں نا۔ کیا تم میری دوست بنو گی۔؟" اس نے اقراء کو دوستی کی آفر دی۔

"نہیں، میں تمہیں نہیں جانتی۔" اقراء نے انکار کیا۔

"ارے تو کیا ہوا ہم بات کریں گے آہستہ آہستہ ایک دوسرے کو جان لیں گے۔" فروہ نے حل پیش کیا۔

"مجھے شوق نہیں۔"اقراءاب ٹیچر کی طرف متوجہ ہو گئی جو آرٹس کے متعلق کچھ بتا رہی تھیں۔

رات آدھی گزر چکی تھی۔ مہیرہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

کھڑکی کی دھندلاہٹ کو نظرانداز کر کے اگر باہر جھانکو تو وہاں بائیک پر تمہیں دو لڑکے بیٹھے نظر آئیں گے۔ان کے ہاتھوں میں گنز موجود تھیں۔انہوں نے سیاہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھے جس کے باعث وہ رات کی سیاہی کا حصہ لگ رہے تھے اور مہیرہ اسی وجہ سے انہیں دیکھ نا پائی۔

اچانک ہی فاروق صاحب کے گھر پر گولیاں چلنے لگیں۔ثانیہ بیگم ہڑبڑا کر اٹھیں۔اور فاروق صاحب کو جھنجھوڑ کر اٹھایا۔

"فاروق!!اٹھو گولیوں کی آواز ہے۔"وہ گھبراتے ہوئے بستر سے اترنے لگیں۔

فاروق صاحب بھی اٹھے اور وہ دونوں کمرے سے نکل آئے۔سارم بھی کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابھی انہیں معلوم نہیں تھا کہ گولیاں ان کے گھر پر ہی چل رہی تھیں۔ مہیرہ کے کمرے کی کھڑکی گولی لگنے سے ٹوٹ چکی تھی۔اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات پھیل گئے۔وہ بدک کر پیچھے ہوئی تو پیچھے ہونے کی وجہ سے کھڑکی کا شیشہ اس کے پاؤں میں کھب گیا۔اس کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔وہ لنگڑاتے ہوئے پیروں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی۔سارم اس کا پاؤں خون میں ڈوبا دیکھ کر اس کی طرف لپکا۔

"یہ کیسے ہوا ماہی۔؟"اس نے فکر مندی سے پوچھا۔فاروق صاحب اور ثانیہ بیگم دونوں اس کی طرف بڑھے۔

"میرے کمرے کی کھڑکی گولی لگنے سے ٹوٹ گئی جب میں پیچھے ہوئی تو شیشہ میرے پاؤں میں کھب گیا۔"اس نے ڈر اور تکلیف سے کہا تھا۔خوف کا تاثر ابھی بھی اس کے چہرے پر قائم تھا۔اتنی اچانک فائیرنگ پر وہ ڈر سی گئی تھی۔

"اچھا ڈرو نہیں،کچھ نہیں ہوتا آرام سے بیٹھو یہاں۔"سارم نے اسے صحن میں پڑی کرسی پر بٹھایا۔

اگلے کچھ لمحوں میں ہی گولیوں کی آواز تھم گئی تھی۔وہ لڑکے شاید غائب ہو چکے تھے۔

"کون تھے یہ لوگ ابا۔؟"سارم نے محتاط انداز میں پوچھا۔

"پتہ نہیں بیٹا ہماری تو کسی سے دشمنی بھی نہیں ہے۔"فاروق صاحب فکر مند نظر آرہے تھے۔

"اچھا چھوڑیں پتہ لگوالیں گے کون تھے وہ۔آپ فکر مت کریں۔"اس نے نظریں چرا کر کہا۔وہ شاید جانتا تھا کہ وہ لوگ کون تھے پر وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"بیٹا زیادہ درد تو نہیں ہو رہا۔؟"ثانیہ بیگم نے مہیرہ کے پاؤں پر پٹی لپیٹ لی تھی۔

"نہیں اماں اتنا خاص نہیں ہے۔مجھے بس سونا ہے اب۔"اچانک ہی اسے نیند آنے لگی۔

"اچھا بیٹا جاؤ کل اسے ڈاکٹر کو دکھائیں گے۔کہیں زخم زیادہ گہرا نہ ہو۔"وہ پیار سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

"سارم اسے اس کے کمرے تک لے کر جاؤ بیٹا۔"فاروق صاحب نے سارم سے کہا۔

"جی ابا آپ لوگ جائیں سو جائیں صبح اس معاملے کو دیکھیں گے۔"اس نے کہا۔اس کے بعد مہیرہ کا ہاتھ تھام کر اس نے اسے احتیاط سے کھڑا کیا۔

"چل لو گی نہ تم ماہی۔؟"سارم نے اس سے پوچھا۔

"ہاں بھئی پاؤں ٹوٹا نہیں ہے۔ذرا سا شیشہ ہی تو گھسا ہے۔"وہ بگڑی۔تھوڑی دیر پہلے کا ڈر ختم ہو چکا تھا۔اور پھر اتنی فکر کہاں ہضم ہوتی تھی اسے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا چلو پھر۔" وہ بے زار ہوا۔ایک تو وہ اس کے لئے فکر مند تھا اوپر سے محترمہ کو اس کی فکر ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"اچھا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اماں کو بلا لینا یا مجھے کال کر دینا ٹھیک ہے۔" سارم نے ہدایت دی۔

"ہاں ٹھیک ہے ویسے بھی ابھی میں سوؤں گی تو پتہ نہیں کب اٹھوں فلحال ضرورت نہیں پڑے گی۔" اس نے شرارت سے کہا۔اسے فکر ہی نہیں تھی کوئی کہ اس کے پاؤں پر چوٹ لگی ہے۔سدا کی بے فکری انسان تھی وہ۔بے پروائی تو اس کی ذات میں شامل تھی۔کیا تھی وہ۔؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

صبح طلوع ہوئی تو ہر طرف عجیب سی خاموشی تھی۔سکوت ساہر سو پھیلا ہوا تھا۔گہرا سکوت ۔ٹھنڈی ہوائیں ہر اور کو چل رہی تھیں۔مہیرہ کمبل سر تک اوڑھے سکون سے سوئی پڑی تھی۔

"مہیرہ بیٹا اٹھ جاؤ۔" ثانیہ بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔لیکن مہیرہ گہری نیند میں تھی۔

"مہیرہ میری جان!! اٹھو دیکھو تمہارے لئے ہلدی والا دودھ لائی ہوں۔" انہوں نے دوبارہ آواز دی۔

وہ نیند میں کسمسائی ایک آنکھ کھول کر ماں کے ہاتھ میں پکڑے گلاس کو دیکھا۔ پھر جھٹ سے آنکھ بند کر دی۔ ہلدی والا دودھ پینے سے تو اس کی جان جاتی تھی۔

"دودھ رکھ کر جا رہی ہوں پی لینا بیٹا۔" وہ پلٹی ہی تھیں کے مہیرہ اٹھ بیٹھی۔

"اماں کیا ہے یار آپ جانتی ہیں نا زہر لگتا ہے مجھے دودھ اوپر سے ہلدی بھی ڈال دی ہے۔" اس نے ناراضگی سے کہا۔

"بیٹا تمہاری صحت کے لئے اچھا ہے اور اس سے تمہارے درد میں بھی کمی آئے گی۔" وہ پیار سے اس کے بال سہلاتے ہوئے بولیں۔

"مجھے نہیں پینا اماں۔ دیکھیں اب میں آرام سے چل بھی سکتی ہوں۔" وہ بستر سے اٹھ کر انہیں چل کر دکھانا چاہتی تھیں مگر پیر میں درد ہونے کی وجہ سے اس سے چلا نہ گیا۔ اور وہ واپس بیٹھ گئی۔

"چلو شاباش پیو یہ دودھ میں کچھ نہیں سنوں گی۔" انہوں نے تھوڑا سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا پیتی ہوں۔" منہ کے کئی زاویے بگاڑے وہ بولی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دودھ کا گلاس اس نے بہت مشکل سے پیا تھا۔اسے شدید چڑ تھی دودھ سے۔گلاس رکھنے کے لئے وہ باہر آئی۔دروازہ بجنے کی آواز پر وہ اس طرف متوجہ ہوئی۔شاہنواز دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔؟"مہیرہ نے ایک ہاتھ کمر پر رکھا۔شاہنواز جو اس کے پاؤں پر نظریں جمائے ہوئے تھا اس کی بات کو سرے سے ہی نظر انداز کر گیا۔

"یہ تمہیں کیا ہوا ماہی۔؟"وہ تیزی سے آگے بڑھا۔اس کے ماتھے پر فکر کی لکیریں نمایاں تھیں۔

"دیکھ نہیں رہے چوٹ لگی ہے۔"منہ بگاڑ کر کہا گیا۔ابھی تک تو محترمہ کو خود بھی نہیں یاد تھا۔

"اچھا وہ تو دکھ رہا ہے پر چوٹ لگی کیسے تمہیں۔ضرور تم نے کوئی شرارت کی ہو گی۔"اس نے ابرو اٹھائے۔اسے لگا شاید کسی شرارت کرنے پر اسے چوٹ لگی ہو۔

"شرارت کے بچے اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے تم۔؟"ثانیہ بیگم کچن سے باہر نکلی تھیں۔

"کہیں نہیں اماں یہیں ہی تو تھا،ماہی سے پوچھ لیں۔"وہ معصومیت سے بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں جا تنی ہوں دو دن آئے اور گیٹ سے ہی واپس ہو لئے۔" اس کا کان مروڑتے ہوئے ثانیہ بیگم بولیں۔

"اچھا اماں کان تو چھوڑ دیں اب بڑا ہوں میں یار۔ اور یہ ماہی کو کیا ہوا۔" پہلا جملہ معصومیت سے ادا کیا گیا اور دوسرا سنجیدگی اور فکر مندی سے۔

"کیا کل رات تم نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی۔؟" ثانیہ بیگم کے جواب دینے سے پہلے ہی مہیرہ بول اٹھی۔

"فائرنگ نہیں، میں نے نہیں سنی۔" وہ حیران ہو کر بولا۔ وہ شاید رات کے واقعے سے انجان تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں تم تو ہو ہی سدا کے بہرے۔" مہیرہ نے منہ بنایا۔

"اچھا تو کیا تمہارے پاؤں پر گولی لگی ہے ذرا دکھاؤ۔" اس نے قریب آ کر مہیرہ کا پیر چھونا چاہا۔ پر وہ لاؤنج میں پڑے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"ارے نہیں، گولی کھڑکی کو لگی تب میں پیچھے ہوئی اور کھڑکی کا ٹوٹا ہوا شیشہ میرے پاؤں میں کھب گیا۔"

"زیادہ درد تو نہیں ہو رہا۔؟"

"نہیں میرا تو ناچنے کا من کر رہا ہے۔" مہیرہ نے جبری مسکراہٹ چہرے پر سجالی۔

"توبہ استغفار لڑکی کیسی باتیں کرتی ہو تم۔" شاہنواز نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"اچھا چلو آؤ ہسپتال لے چلوں تم کو کہیں زخم زیادہ گہرا نا ہو جائے۔" وہ ابھی بھی فکر مندی سے اس کے پیروں کو دیکھ رہا تھا۔

"ارے بھئی اب اتنا بھی کوئی بڑا زخم نہیں ہے۔ میں کوئی نہیں جا رہی۔" ہاتھ جھلا کر وہ کہنے لگی۔

"اچھا ٹھیک ہے مت جاؤ تمہاری مرضی۔" شاہنواز نے کندھے اچکائے۔

"چلیں اماں میں چلتا ہوں پھر آؤں گا۔" وہ جانے کے لئے مڑا۔

"ارے بیٹا ناشتا تو کر لو ہمارے ساتھ۔" ثانیہ بیگم پیار سے بولیں۔

"نہیں اماں پھر کبھی ابھی ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" پلٹ کر وہ جلدی میں کہہ کر گھر کا گیٹ عبور کر گیا مبادہ اماں ناشتے کے لئے روک نا لیں۔ اسے کام نا ہوتا تو وہ رک بھی جاتا۔ مگر یہ کام افف۔

چھٹی کے بعد وہ اپنا عبایا ایک ہاتھ سے اٹھائے کالج کا گیٹ عبور کر رہی تھی۔ وہ اپنی ہی دھن

میں اتنی تیز جا رہی تھی کہ سامنے سے آتے لڑکے کو دیکھ نہیں پائی۔اور اگلے ہی پل وہ اس سے ٹکراتے ہوئے گرنے ہی والی تھی کہ مقابل نے اسے تھام لیا تھا۔

"محترمہ دیکھ کر نہیں چل سکتی کیا آپ۔؟"اسے تھامے وہ اس کی بادامی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے کیا۔؟"عجیب ڈھٹائی۔

"میں دیکھ کر ہی چل رہا تھا لیکن پتا نہیں کیسے آخری لمحے میں میری نظریں کہیں اور گم ہو گئیں۔"طنز کرتے مقابل نے اقراء کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

"ہاں تو نظروں کو قابو میں رکھیے نا مسٹر۔"وہ ایک نظر اس پر ڈال کر پھیر گئی۔

وہ خوش شکل نوجوان تھا پر اس کے چہرے کا رنگ بہت گہرا تھا۔گہرا سانولا۔کالی سیاہ بڑی بڑی آنکھیں۔صاف چہرہ۔بھورے بال۔سب صحیح تھا۔اس کے سراپے پر مکمل نظر دہراؤ تو وہ خوبصورت تھا لیکن اس کی دبتی رنگت کی وجہ سے کوئی اسے خاص پسند نہیں کرتا تھا۔

"آنکھیں تو آپ کی بھی ہیں آپ ہی ان سے کام لے لیں۔"مقابل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اچھا بس بہت ہو گیا اب ہٹو آگے سے۔"آج اس کی ایکسٹرا کلاس تھی۔اور اب وہ اکیڈمی سے لیٹ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"میڈم راستہ سائڈ سے بھی نکلتا ہے۔"اپنے دائیں بائیں دیکھ کر اس نے نہایت شائستگی سے کہا۔

"ہونہہ پتہ نہیں کہاں کہاں سے آجاتے ہیں۔"اقراء اس کے بائیں جانب سے آگے نکل کر اونچی آواز میں بولی تھی۔

وہ لڑکا سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔وہ بھی اب اکیڈمی کی جانب بنی گلی میں مڑ رہی تھی۔اس کا کالج اکیڈمی سے قدرے نزدیک تھا۔اس نے سوچا تھا ٹائم نکال کر مہیرہ سے ملنے جائے گی پر اسلام آباد آتے ہی وہ اپنے کاموں میں اس قدر مصروف ہو گئی کہ ایک بار بھی اس سے نہ مل سکی۔

کلاس میں آکر بیٹھی تو فروہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھی۔ابھی فروہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ اقراء بول اٹھی۔

"اگر تم نے باتیں ہی کرنی ہیں تو پلیز کسی اور کے ساتھ بیٹھو۔"

"ہوا کیا ہے تمہیں۔؟"فروہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو جانچ رہی تھی۔

"کچھ نہیں بس کچھ دیر کے لئے خاموش رہو۔"اقراء نے جان چھڑانی چاہی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا ٹھیک ہے۔"فروہ نے منہ بسورا۔اب اسے خاموش رہنا تھا۔وہ کسی اور کے ساتھ بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی کیونکہ کلاس کی ساری لڑکیاں خاموش مزاج کی تھیں۔مایوسی سے اس نے سر کرسی کے تختے پر ٹکا دیا۔اقراء کی اس پر نظر پڑی تو وہ منہ کے عجیب عجیب زاویے بگاڑ رہی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم۔؟"اقراء کو اس کے منہ بگاڑنے پر ہنسی آ گئی۔

"کیا کر رہی ہوں۔خاموش ہی تو ہوں میں۔"فروہ نے منہ بگاڑ کر کہا۔

"یہ منہ کیوں بگاڑ رہی ہو۔"ہنستے ہوئے اقراء بولی۔

"اب تمہیں میرے منہ بگاڑنے سے بھی مسئلہ ہے کیا۔؟"وہ بگڑی۔

"نہیں نہیں۔"اب کہ وہ اس کے انداز پر زور سے ہنسی تھی۔کتنی پیاری لگتی تھی نہ وہ ہنستے ہوئے۔کیا تم نے کسی خاموش اور اداس اپسرا کو کبھی ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔؟

وہ اپسرا جو اداس سی، دلکش سی ہنسی ہنستی ہے

اسے دیکھ کر تو مرجھائے ہوئے پھول بھی کھل جائیں

(از حمائزہ خٹک)

"تم ہنس کیوں رہی ہو۔؟"فروہ اس کے ہنسنے پر حیران ہوتی اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" ہنستے ہوئے اس نے ہاتھ جھلّایا۔

"ہنستے ہوئے پیاری لگتی ہو۔ہمیشہ ہنستی رہو۔" دل سے دعا دی گئی۔

اس کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ اقراء کی ہنسی معدوم ہوئی۔اس نے یاد کرنا چاہا آخری بار وہ کب دل کھول کر ہنسی تھی۔پر شاید بہت سا وقت گزر گیا تھا۔

"افف پھر کیا ہو گیا تمہیں۔؟" فروہ اس کا بجھا چہرہ دیکھ کر کہنے لگی۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" اس نے اب بس مسکرانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"اچھا چلو اٹھو اب پریکٹیکل کی کلاس بھی لینی ہے۔" فروہ نے کہا۔باتوں باتوں میں ہی کلاس ختم ہو گئی تھی۔پھر وہ دونوں اٹھ کر دوسری کلاس کی طرف بڑھ گئیں۔

عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ارحم نے اسے کافی شاپ پر بلایا ہوا تھا۔وہ اپنے کیبن سے باہر نکل کر فاروق صاحب کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

"ابا مجھے کچھ کام ہے میں باہر جا رہا ہوں۔" آفس میں داخل ہوتے ہی سارم انہیں مطلع کرتے ہوئے بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا ٹھیک ہے بیٹا پھر سیدھا گھر ہی آنا۔اور اچھا میں سوچ رہا تھا کہ ارحم کی فیملی کو کسی دن کھانے پر بلائیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔؟"فاروق صاحب نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"جی ابا بلکل صحیح ہے آپ بتائیں کس دن بلائیں انہیں۔"جواباً اس نے کہا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ اتوار والے دن بلا لیں بچے بھی فارغ ہوں گے تو صحیح رہے گا۔"

"جی ٹھیک ہے ابا میں ارحم کو بتا دوں گا۔"یہ کہتے ہوئے اس نے باہر کی راہ لی۔

وہ کافی شاپ پر پہنچ چکا تھا مگر ارحم ابھی تک نہیں آیا تھا۔پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ اسے ارحم دور سے آتا دکھائی دیا۔

"یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔"سارم نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایک ضروری بات کرنی تھی۔گھر پر نہیں ہو سکتی تھی۔"وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ایسی بھی کیا بات تھی برو۔"سارم نے نا سمجھی سے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"بتاتا ہوں صبر کرو۔تمہارے لئے کافی منگواؤں۔؟"ارحم نے ویٹر کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں۔بات بتاؤ، کیا بات ہے۔؟"اسے بات جاننی تھی بس اسے تجسّس تھا ایسی بھی کیا بات ہے جو گھر پر نہیں ہو سکتی تھی۔

"تیرے گھر سے آرہا ہوں، کل کن لوگوں نے حملہ کیا تھا۔؟"اس نے سارم کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈالیں۔وہ ثانیہ بیگم اور مہیرہ سے ملنے گیا تھا اور وہاں سے سیدھا اس نے سارم کو ملنے کے لیے بلایا۔

"میں کیسے جانتا ہوں یار، ہوں گے کوئی ڈاکو۔" سارم نظریں چرا کر بولا۔

"دیکھ تو سب کو بے وقوف بنا سکتا ہے پر مجھے نہیں۔" ارحم نے ہار نا مانی۔

"میں تجھے نہیں بتا سکتا۔" اب کہ اس نے نظریں نہیں چرائیں تھیں۔وہ اسے واقعتاً نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"چل ٹھیک ہے پھر میں خود پتا لگوالوں گا۔" ارحم نے چیلنجنگ انداز اپنایا۔

"بس تو یہ جان لے کہ وہ بات ماہی کے بارے میں ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا تجھے۔اب میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھنے لگا کے ارحم نے اسے آواز دی۔

"تو تُو مجھے میری بہن کے بارے میں بھی نہیں بتائے گا۔" ارحم کی آنکھوں میں شکوہ تھا۔

"نہیں۔وہ میری بہن ہے بس۔" سارم نے جان چھڑانا چاہی۔

"پر یہ مت بھول کہ وہ میری بھی رضائی بہن ہے جتنا اس پر تیرا حق ہے اتنا میرا بھی۔" ارحم غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا بس اب تماشا مت لگا یہاں دو دن بعد چلنا میرے ساتھ تو معلوم ہو جائے گا تجھے کہ کیا

مسئلہ ہے اور کون تھے وہ لوگ۔"اس نے بات سنبھالنا چاہی۔

"کیا مطلب کدھر جا رہا ہے تو۔؟"ارحم نا سمجھی سے بولا۔

"بس خود چل کر دیکھ لینا۔"اب کہ وہ بہت بیزار ہو رہا تھا۔

"اچھا چل ٹھیک ہے۔پر اگر تو مجھے چھوڑ کر گیا تو یاد رکھنا معاف نہیں کروں گا تجھے۔"ارحم نے آخری حربہ استعمال کیا۔اسے یقین نہیں تھا کہ سارم اسے بھی ساتھ لے جائے گا۔

"نہیں چھوڑوں گا تجھے،اگر مرنے کی جلدی ہے تو شوق سے چل بھائی۔"سارم نے چہرے پر تپتی مسکراہٹ سجائی۔پر اس مسکراہٹ کہ پیچھے کا درد کوئی نہیں جان سکا۔

"مرنا کیوں،کیا مطلب۔؟کیا تم کوئی غیر قانونی کام کرنے جا رہے ہو۔؟"ارحم نا سمجھی سے دو قدم آگے آیا۔

"اب زیادہ سوال مت کرو دو دن صبر کرو خود ہی جان جاؤ گے تم۔"ایک تو ان کی تو سے تم والی عادت اف۔

"اوکے اب میں نکلتا ہوں اور ہاں ابا نے اتوار کو دعوت رکھی ہے آ جانا۔"یہ کہتے ہی سارم نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور کافی شاپ سے نکلتا چلا گیا۔پیچھے ارحم کے ذہن میں بہت سے سوالات چھوڑ گیا تھا۔وہ ایک سوال کا جواب جاننے آیا تھا۔لیکن اب تو اس کا ذہن مزید الجھ چکا تھا۔

مہیرہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔وہ پچھلی رات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ابا کے تو کوئی دشمن بھی نہیں ہیں پھر پتہ نہیں کون تھے وہ لوگ۔؟

وہ شدید الجھن کا شکار تھی۔اس کا پاؤں اب کافی بہتر تھا لیکن کبھی کبھار درد کی ایسی ٹیسیں اٹھتی تھیں کہ الامان۔بستر سے پیر نیچے اتار کر اس نے کتابوں کے کمرے کا رخ کیا۔فاروق صاحب کی آواز سے وہ جان گئی تھی کہ وہ آچکے ہیں۔

لنگڑاتے ہوئے پیروں کے ساتھ وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"بیٹا تم یہاں کیوں آئی۔"مہیرہ کو دیکھتے وہ کتاب پہلو میں رکھ کر بولے۔

"ویسے ہی ابا کچھ پوچھنا ہے آپ سے۔"وہ تذبذب کا شکار تھی سارم ہوتا تو وہ اس سے پوچھتی مگر وہ گھر پر نہیں تھا۔

"ہاں پوچھو۔"وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"وہ کون لوگ تھے ابا۔؟"مہیرہ نے انہیں غور سے دیکھا۔

"بیٹا ابھی تو کچھ معلوم نہیں ہو سکا ان کے بارے میں۔"فاروق صاحب مایوسی سے بولے۔

"پر ابا آپ کو پتا لگوانا چاہیے ایسے کوئی بھی آکر ہمارے گھر پر بلاوجہ گولیاں برسائے گا۔اور ہم

کچھ بھی نہیں کریں گے کیا۔" وہ صدمے اور غصے کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ بولی۔

"کیوں نہیں بیٹا۔ ہم پتہ لگوا رہے ہیں لیکن انہیں کسی نے دیکھا بھی نہیں نا۔" وہ فکر مندی سے کہنے لگے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ بس اللہ کرے کوئی بڑا مسئلہ نہ ہو۔" اسے نجانے عجیب سے وسوسے آ رہے تھے۔

"ہاں بیٹا بس اللہ سے خیر مانگو۔" انہوں نے اپنی جانِ عزیز کو گلے سے لگایا۔

"اچھا بتاؤ کیا تم نے وہ کتاب پوری پڑھ لی ہے۔؟" انہوں نے مہیرہ کا دھیان بٹانا چاہا۔

"نہیں ابا پھر کبھی پڑھوں گی۔" اس نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اب تمہارا پاؤں کیسا ہے۔؟" انہوں نے پیار سے اس کے بال سہلائے۔

"پاؤں ٹھیک ہے ابا پر میری پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔ اب میں کل بھی کالج نہیں جا سکوں گی۔" اس نے بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا دو تین دن سے فرق نہیں پڑھتا مجھے پتا ہے تم اس نقصان کو پورا کر لو گی۔"

"ہمم انشاءاللہ۔" اب وہ صحیح معنوں میں مسکرائی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا کل تم میرے ساتھ اکیڈمی چلی جانا۔"انہوں نے اس کی طرف دیکھا گویا اس کا جواب جاننا چاہتے ہوں۔

"پر وہ کس لئے۔"مہیرہ ناسمجھی سے انہیں دیکھے گئی۔

"کیا تمہیں اپنی دوست سے نہیں ملنا۔"وہ شرارتی لہجے میں بولے۔

"ہیں، آپ سچی لے کر جائیں گے مجھے۔؟اوکے ڈن میں چلوں گی۔"وہ چہک کر بولی۔

"اچھا چلو آؤ اب کھانا کھالیں۔"ثانیہ بیگم نے کھانے کے لئے آواز دی تو وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ سارم کیوں نہیں آیا ابھی تک گھر۔؟"ثانیہ بیگم فکرمندی سے بولیں۔

"وہ مجھے بتا کر گیا تھا کوئی کام تھا اسے۔"فاروق صاحب نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے پر رات ہونے والی ہے اب تک تو اسے آجانا چاہیے تھا۔"ماں تھیں فکر کرنا بنتا تھا۔

"ہمم آجائے گا۔اچھا میں نے سوچا ہے کہ اتوار والے دن فاریہ بھابھی لوگوں کی دعوت کریں۔"انہوں نے ثانیہ بیگم کی طرف دیکھا گویا ان کا خیال جاننا چاہتے ہوں۔

"اچھا ٹھیک ہے۔اچھا ہے ہم مل بھی لیں گے۔جب سے وہ آئے ہیں نا ہم ان کی طرف گئے

نہ وہ آئیں ہیں ہماری طرف۔"ثانیہ بیگم کہنے لگیں۔

"ہمم میں نے سارم سے کہہ دیا تھا کہ ارحم کو بتادے۔"انہوں نے مطلع کیا۔

"اچھا کیا ہے۔"انہوں نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

کھانا کھالیا گیا تو فاروق صاحب اور ثانیہ بیگم اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے جب کہ مہیرہ وہیں بیٹھی سارم کا انتظار کرنے لگی۔

سیاہ لباس زیب تن کئے آج وہ لڑکے پھر وہاں کھڑے تھے۔ لیکن آج وہ ان کے گھر سے کچھ فاصلے پر تھے۔انہوں نے چہرے پر سیاہ ماسک ہی پہن رکھے تھے۔ان کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ گویا وہ نشے میں ہوں۔

سارم کی گاڑی وہاں سے گزر ہی رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے آ گئے۔

"چلو نکلو باہر۔"ایک لڑکا اس کی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔اب کہ اس کے ہاتھ میں سیاہ گن تھی۔

"اچھا نکل رہا ہوں یہ گن پیچھے کرو۔"سارم نے درشت لہجے میں کہا۔

"یہ اکڑ کس کو دکھا رہا ہے۔"ان میں سے ایک لڑکا بولا تھا۔وہ تھے چھوٹی عمر کے لیکن اچھے

خاصے تجربہ کار تھے۔

"بھائی تم دونوں کو ہی دکھا رہا ہوں۔ تم لوگوں نے جو میرے گھر پر حملہ کیا ہے نا اچھا نہیں کیا۔" دانت پیس کر سارم نے کہا۔ وہ انہیں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ ورنہ سارم کو انہیں جان سے مارنے کا دل کر رہا تھا۔

"وہ کرنا ضروری تھا۔ اچھا چل چھوڑ اس بات کو کام کی بات کرتے ہیں۔" اسے ہاتھ نا آتا دیکھ کر وہ اپنے مقصد کی بات پر آئے۔

"ہاں ذرا جلدی کرو، اماں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔" سارم نے کالر جھٹکے۔

"ماں کے لاڈلے!! ذرا بتا ہماری رقم کا انتظام کر لیا ہے۔" انہوں نے اس کی کنپٹی پر گن تانی۔

"ہاں کر رہا ہوں اور یہ گن نا دکھایا کرو مجھے، بس ہتھیاروں کے زور پر ہی تم لوگوں کو کام کرنا آتا ہے۔"

سارم سخت بے زار ہوا۔

"لاڈلے سوچ لے تیری بہن کا بھی کچھ ہے ہمارے پاس۔" انہوں نے مزے سے کہا۔

"میری بہن کے بارے میں ایک لفظ نہیں بولنا ورنہ زبان کھینچ لوں گا تمہاری۔" سارم نے غصے سے کہا۔

"اچھا ہمیں بھی کوئی واسطہ نہیں ہے اس سے بس رقم دو اور اس کی تصاویر لے لو۔" وہ کمینگی سے مسکرائے تھے۔

"میں کیسے یقین کر لوں تم لوگ ان تصویروں کو کچھ نہیں کرو گے۔؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"کیونکہ ہمیں بس پیسوں سے مطلب ہے۔" انہوں نے ہاتھ مل کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے مل جائیں گے پیسے تم لوگوں کو۔"

"ہاں ٹھیک ہے پر اگر تو نے کوئی ہوشیاری دکھائی تو تیری بہن کی ساری تصاویر سوشل میڈیا کی زینت ہوں گی۔" وہ شیطانی ہنسی ہنسے۔

"کوئی ہوشیاری نہیں کروں گا بے فکر رہو۔" وہ اپنے دماغ میں ان دونوں لڑکوں کے حوالے سے اگلا لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔

"ہاں ورنہ انجام سے تو تُو باخبر ہی ہے۔"

"اچھا اب میں جاؤں۔ ہٹو۔" وہ انہیں سائڈ پر کرتے ہوئے گاڑی میں واپس بیٹھ چکا تھا۔

اپنے گھر کے قریب گاڑی روکتے وہ گھر کے اندر داخل ہوا تو مہیرہ کو لاؤنج میں ہی لیٹے پایا۔ وہ شاید وہیں سو گئی تھی۔ سوتے ہوئے وہ کتنی معصوم لگتی تھی۔ لیکن بس صرف سوتے ہوئے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہی۔اٹھ کر تو طوفان مچاتی تھی۔

سارم سوچ رہا تھا مہیرہ کی تصاویر کیسے ان لوگوں کے پاس گئیں۔وہ مہیرہ سے پوچھنا نہیں چاہتا تھا۔لیکن وہ جانتا تھا آج کل بہت سے ایسے الیکٹرانک آلات ہیں جو کسی بھی انسان کی تصویر کو فوٹو شاپ کر سکتے ہیں۔پہلی بار ان لڑکوں کے ساتھ اس نے وہ تصاویر دیکھیں تو اسے یقین ہی نہیں آیا تھا۔

پر آخر اسے یقین کرنا پڑا تھا۔یہ بات اس نے اپنے تک ہی رکھی تھی۔وہ چاہتا تو ان لڑکوں کا کام تمام کر سکتا تھا پر ابھی تک وہ بس اس بارے میں سوچ ہی پایا تھا۔وہ کسی کو اس بارے میں بتانا نہیں چاہتا تھا۔اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ مہیرہ کو اس بات کی بھنک بھی پڑے۔کیونکہ وہ اپنے کردار کے بارے میں بہت حسّاس تھی وہ ہر بات ہنس کر ٹال دیتی تھی پر اس کے کردار پر کوئی بات کرے یہ اسے گوارا نہیں تھا۔اس لئے وہ اپنی بہن کا محافظ بن گیا تھا۔اس نے اپنے باپ تک کو نہیں بتایا تھا۔

"اگر دنیا کے تمام مرد محافظ بن جائیں تو کسی بھی عورت کے دامن میں رسوائی نہ آئے۔"

لیکن پھر پچھلی رات کے واقعے سے ارحم جان گیا کے کچھ گڑبڑ ہے اسی لئے اس نے سارم سے بات کی۔

اب سارم کو بات بگڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔پر ابھی وہ کسی اور ہی سوچ میں گم تھا۔

"اگر تم اپنی بہن کی حفاظت نہیں کر سکتے تو تمہیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تمہیں اس کی حفاظت کرنی ہو گی۔" وہ خود سے ہی مخاطب تھا کہ اچانک ہی مہیرہ کی آنکھ کھلی اور وہ اٹھ بیٹھی۔

"کیا سوچ رہے ہو لینڈ لارڈ۔؟" اسے سوچوں میں غرق دیکھ کر مہیرہ پوچھنے لگی۔

"ہوں، نہیں کچھ نہیں۔" مسکرا کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کھانا کھالیا تم نے۔" وہ آنکھیں مسلتے ہوئے بولی۔

"ہاں کھالیا تھا۔ تم جاؤ اندر۔" پیار سے اسے کہتے وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کتنی پیاری تھی اس کی بہن پر وہ ابھی بے بس تھا لیکن کچھ نا کچھ تو اسے کرنا تھا آخر یہ اس کی بہن کی عزت کا سوال تھا۔

صبح موسم بہت خوبصورت تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں ہر طرف چل رہی تھیں۔ سورج ابھی مکمل طور پر طلوع نہیں ہوا تھا۔ سنہری روشنی سارے میں بکھرنے کو ابھی کچھ وقت باقی تھا۔

آج مہیرہ کو اپنے بابا کے ساتھ اکیڈمی جانا تھا۔ اس نے نیلے رنگ کا جوڑا پہنا تھا۔ اس پر وہ سیاہ

عبایا پہنے باہر آئی۔اب اس کا پاؤں کچھ بہتر تھا۔

"تم کہاں جا رہی ہوں۔؟"ثانیہ بیگم نے ابرو سکیڑے۔

"اماں،ابا نے کہا تھا میرے ساتھ چلنا۔"مزے سے کہہ کر وہ ناشتے کے لئے بیٹھی۔

"آپ اسے کہاں لے کر جا رہے ہیں فاروق صاحب۔؟"انہوں نے کمر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

"اماں فاروق صاحب سے کیوں پوچھ رہی ہیں میں بتا دیتی ہوں۔"شرارتی مسکراہٹ لئے وہ بولی۔

"اچھا بتاؤ کہاں لے کر جا رہے ہیں یہ تمہیں۔؟ثانیہ بیگم نے مہیرہ کی طرف نظریں پھیریں۔

"میں اپنی دوست سے ملنے جا رہی ہوں۔"نوالہ منہ کی طرف لیجاتے وہ سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"ابھی تمہارا پاؤں ٹھیک نہیں ہوا اور تم باہر کی خاک چھاننے جا رہی ہو۔"

"اماں ٹھیک ہوں یار بس اب مجھے اس سے ملنا ہے۔پورا ایک ہفتہ ہونے والا ہے وہ آئے ہیں ہم ان کی طرف گئے ہی نہیں۔"وہ جھنجھلائی۔

"اچھا جاؤ میری بلا سے۔"ثانیہ بیگم نے منہ بگاڑ کر کہا تو مہیرہ کا قہقہہ چھوٹا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا چلو بیٹا جلدی کرو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔" فاروق صاحب اسے آرام سے بیٹھا دیکھ کر بولے۔

"اوکے ابا چلیں۔" وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اگلے کئی لمحوں میں وہ اکیڈمی میں تھے۔ مہیرہ سارم کے کیبن میں بیٹھی تھی۔ ابھی اسے اقراء کے آنے کا انتظار کرنا تھا۔ اس کے والد نے کہا تھا کہ وہ اسے دن کو لینے کے لئے آجائیں گے پر وہ نہیں مانی۔

"اوئے تم ادھر کیا کر رہی ہو۔؟" مہیرہ نے آواز پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"تم کالج نہیں گئی کیا آج۔؟" مہیرہ نے سوال کے بدلے سوال کیا۔

"نہیں یار آج اکیڈمی کا ایک ایشو تھا تو اس لئے۔" یہ وہی لڑکی تھی جو اقراء کے ساتھ بیٹھتی تھی۔ فروہ غفار۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" مہیرہ نے نرمی سے کہا۔

"اب بتاؤ تم یہاں کیوں آئی ہو۔؟" فروہ نے دوبارہ پوچھا۔

"میری ایک دوست ہے اس سے ملنے آئی ہوں۔" مہیرہ اور فروہ دوست تو نہیں تھی پر اچھی خاصی سلام دعا تھی ان میں۔ دونوں ہی بے پرواہ اور باتونی تھیں۔ اس لئے بنتی بھی زیادہ تھی۔

"اچھا نام کیا ہے اس کا۔"فروہ کو تجسّس ہوا۔

"اقراء نام ہے میرے بچپن کی دوست ہے۔"مہیرہ نے آرام سے بتایا۔

"اوئے یہ اقراء عالم تو نہیں ہے۔؟"فروہ تجسس سے کہتے ہوئے اس کے پاس آکر بیٹھی۔

"ہاں تمہیں کیسے پتا۔؟"مہیرہ اب کے تھوڑا آگے ہوئی تھی۔

"یار میری کلاس میں پڑھتی ہے باتیں بلکل نہیں کرتی میں بور ہو جاتی ہوں۔"وہ اپنا رونا رونے لگی۔

"ہاں وہ بچپن سے ہی ایسی ہے پہلے میری اور اس کی بھی نہیں بنتی تھی۔لیکن جب ہم سکول میں ساتھ پڑھتے تھے ناتب ہم دوست بنے تھے۔"سنہری آنکھیں کچھ یاد آنے پر مسکرائیں۔

"اچھا چلو تم انتظار کرو میں جا رہی ہوں مجھے کام ہے۔"فروہ اٹھتے ہوئے جانے لگی۔

"چلو ٹھیک ہے پھر ملیں گے۔"اس نے مسکرا کر کہا۔فروہ وہاں سے جا چکی تھی۔اور وہ سارم کے کیبن میں موجود پڑی چیزوں کو دیکھنے لگی۔

وہ اکیڈمی سے لیٹ ہو گئی تھی۔تیزی سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ کسی کے کشادہ سینے سے ٹکرائی تھی۔

"تم پھر سے۔" وہ اپنا سر سہلاتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔

"ہاں میڈم پر میری غلطی نہیں ہے آپ ہی تیزی سے آ رہی تھیں۔" وہ بے فکری سے بولا۔

"تم میرا پیچھا کر رہے ہو کیا۔؟" اقراء نے ابرو اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔

"میں کیوں تمہارا پیچھا کروں گا۔" وہ اقراء کی بادامی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑ کر کہنے لگا۔ آپ سے تم تک کا سفر وہ منٹوں میں طے کر چکا تھا اور اس بات کا اندازہ اسے خود بھی نہیں ہوا تھا۔

"تو پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

"کچھ بھی کروں تمہیں اس سے مطلب۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"دیکھو مسٹر۔۔۔۔" وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اس سے پہلے مقابل بول اٹھا۔

"زارون یوسف نام ہے میرا۔" بے زار سا وہ بولا۔

"ہاں تو مسٹر زارون یوسف یہاں کس لئے تشریف کا ٹوکرا اٹھا کر لائے ہیں۔؟" کمال کا طنز تھا۔

"پڑھتا ہوں یہاں۔ اب خوش۔" یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اب بھی سپاٹ تھے۔ نا جانے اسے کیا چیز بری لگی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اقراء بھی سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

وہ کلاس میں داخل ہونے ہی لگی تھی کہ پیچھے سے کسی نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔

"کون ہو کیا بد تمیزی ہے یہ۔؟" وہ غصے سے بولی۔

"بوجھو تو جانو، کون ہیں ہم۔" شوخ سی آواز اقراء کے کانوں میں ابھری۔

"ماہی۔ کیسی ہو میری جان۔؟" وہ مڑ کر اس سے گلے ملی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ کیسی ہو۔؟" وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہنس کر بولی۔

"سب سیٹ ہے۔" اقراء مسکرائی۔

"آؤ چلو کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" مہیرہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے لے جانے لگی۔

"میری کلاس ہے۔" اقراء نے معذرت کرنا چاہی۔

"میں ابا سے بات کر چکی ہوں پہلے ہی، آج تمہاری کوئی کلاس نہیں ہے۔ ویسے بھی کل اتوار ہے تو اپنا کام کر لینا اور ابا نے تم لوگوں کے لئے دعوت رکھی ہے۔" وہ دونوں سارم کے کیبن میں آ گئیں تھیں۔

سارم شاید کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ اس لئے وہ دونوں آرام و سکون سے وہاں بیٹھ گئیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انہوں نے بہت ساری باتیں کیں۔دو سال کے دکھ سکھ سب ایک دوسرے کو سنا ڈالے۔عالم محمود کی وفات پر تو مہیرہ کو بھی بہت دکھ تھا۔وہ بلکل اسے باپ کی طرح پیار کرتے تھے۔اسے لگا تھا وہ بھی اپنے باپ سے محروم ہو گئی تھی۔پر اس کے پاس ابھی فاروق صاحب کا ساتھ تھا اس لئے وہ مطمئن تھی۔

"اچھا تم نے عبایا لینا کب سے شروع کیا۔پہلے تو تمہیں نہیں پسند تھا۔"مہیرہ کی اس کے عبایا پر نظر پڑی تو اس نے کہا۔

"ایسے ہی یار بس پردہ بھی ہو جاتا ہے اور واہ واہ بھی۔"اقراء ہنستے ہوئے گویا ہوئی۔

"کیا مطلب تم اس لئے عبایا کرتی ہو کہ تمہاری واہ واہ ہو۔؟"مہیرہ جو کچھ دیر پہلے مسکرا رہی تھی اس کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"یار اس میں حرج تھوڑی ہے کہ لوگ آپ کی تعریف کریں۔"اقراء نے ہنس کر بات ٹالنا چاہی۔

"تم کہہ رہی ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی تم دکھاوے کے لئے پردہ کر رہی ہو۔اور کیا تم نہیں جانتی کہ دکھاوا کتنا بڑا گناہ ہے۔؟"اس کی سنجیدگی ہنوز قائم تھی۔

"ترجمہ: بے شک تھوڑا سا ریا (دکھاوا) بھی شرک ہے۔"مہیرہ نے سنن ابنِ ماجہ کی حدیث

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سنائی تھی۔

"جانتی ہو اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔ تھوڑا سا دکھاوا بھی شرک ہے۔ یعنی تھوڑا سا عمل بھی اگر انسان یہ سوچ کر کرے کے اس کام کو کرنے سے میری عزت بڑھے گی میری واہ واہ ہو گی۔ ایک انسان جب دکھاوے میں مبتلا ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے اندر سے اللہ کے اجر دینے کا یقین اترتا جاتا ہے۔ یعنی پھر وہ انسان لوگوں سے توقعات رکھتا ہے کہ وہ اسے سراہیں گے اس کی واہ واہی کریں گے۔" تھوڑی دیر وہ سانس لینے کو رکی اور پھر سے کہنے لگی۔

"جب ہم لوگوں کے لئے اچھے عمل کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم ان لوگوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ اللہ کے بجائے ان سے اجر کی توقع رکھ رہے ہیں۔ انسان کو اپنے اچھے عمل کے اجر کی توقع بس اللہ سے ہی رکھنی چاہیے۔ وہی حقدار ہے۔" وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

""میں اپنے عمل کے بارے میں اللہ کو خود جوابدہ ہوں تم فکر مت کرو۔" اقراء سنجیدگی سے بولی۔ یہ بات تو طے تھی کہ اسے آج بھی اللہ سے شکوے تھے۔

تھوڑی دیر کیبن میں نامحسوس سی خاموشی رہی۔ مہیرہ سمجھ چکی تھی کہ وہ اتنی آسانی سے اس

بات کو تسلیم نہیں کرے گی کہ وہ غلط کر رہی ہے سو اس نے بعد میں تحمل سے اس سے بات کرنے کا سوچا۔

"اچھا چلو کچھ کھانے کو چلیں۔" مہیرہ چہرے پر نرم مسکراہٹ سجائے بولی۔

"اچھا چلو۔" اقراء کہہ کر اٹھ گئی اور وہ دونوں اکیڈمی کے باورچی خانے کی طرف بڑھ گئیں۔

اتوار کی خوبصورت سی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔ نیلے اور سبز رنگ کی کوٹھی میں جھانک کر دیکھو تو وہ بے زار سا دکھائی دے رہا تھا۔ آج فاروق صاحب کے ہاں ان کی دعوت تھی اور وہ لیٹ ہونا نہیں چاہتا تھا۔

"امی جلدی کریں یار لیٹ ہو جائیں گے۔" ارحم لاؤنج سے ہی آواز دے کر بولا۔

"ہاں بھئی آ رہی ہوں۔" وہ اونچی آواز میں کہنے لگیں۔

"اچھا اب اقراء کو بھی بولیں کہ آ جائے ہمیشہ لیٹ کرواتی ہے۔" ارحم نے منہ کے زاویے بگاڑے۔

"اچھا میں اسے دیکھتی ہوں۔" فاریہ عالم اقراء کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"بیٹا تیار ہو گئی تم۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی امی بس آرہی ہوں آپ چلیں۔" وہ اپنا حجاب درست کر رہی تھی۔

کچھ لمحوں بعد وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

"بھائی راستے میں کسی مال کے پاس روکیے گا میں نے مہیرہ کے لئے گفٹ خریدنا ہے۔" اقراء پیچھے سے بولی تھی۔

"نہیں پہلے ہی لیٹ ہو گئے ہیں۔"

"امی دیکھیں نا اسے یہ آپ کی بیٹی کے لئے تحفہ خریدنے سے انکار کر رہا ہے۔" بیٹی نام پر فاریہ عالم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ ایک ہفتے سے اسلام آباد آئی تھیں لیکن وہ اپنی بیٹی سے نہیں مل سکی تھیں۔

"اچھا ارحم لے چلو میں بھی اپنی بیٹی کے لئے کچھ خرید لوں۔" وہ نم آنکھوں سے کہنے لگیں۔

"جی امی ٹھیک ہے۔" ارحم نے گاڑی کو موڑ کر مال کے رستے پر ڈال دیا۔

مال سے مہیرہ کے لئے اور باقی لوگوں کے لئے تحفے خریدنے کے بعد اب ان کی گاڑی فاروق صاحب کے گھر کی طرف گامزن تھی۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے گاڑی سے تحفے نکالے۔ اور ان کے گھر کی طرف بڑھ گئے۔

"اسلام علیکم!! کیسے ہیں آپ سب۔؟" فاریہ عالم، ثانیہ بیگم سے گلے ملتے ہوئے بولیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سب ٹھیک ہیں تم کیسی ہو۔؟" وہ مسکرا کر بولیں۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔؟" انہوں نے مہیرہ کو گلے سے لگایا تھا۔سب کی آنکھیں ہی نم تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں امی آپ کیسی ہیں۔؟" وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولی۔ثانیہ بیگم کو وہ اماں کہہ کر پکارتی تھی اور فاریہ عالم کو امی کہہ کر۔

"ٹھیک ہوں۔" فاریہ عالم نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سب ٹھیک ہی ہیں تو پھر آپ سب کی آنکھیں نم کیوں ہیں۔" ارحم نے منہ بگاڑا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے۔" مہیرہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"واہ کبھی آپ کبھی تم، عجب ذوقِ گفتگو ہے۔" کندھے اچکاتا وہ صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"یہ میں تمہارے لیے لائی ہوں۔" فاریہ بیگم مہیرہ کو سفید رنگ کی شال تھماتے ہوئے بولیں۔اس پر سرخ رنگ کے نگینے جڑے تھے۔سفید اور سرخ رنگ کا امتزاج کتنا خوبصورت لگتا ہے نہ۔؟

"یہ تو بہت خوبصورت ہے امی۔" وہ اس شال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتی ہے۔

"ہاں اور یہ تم پر اور بھی زیادہ خوبصورت لگے گی۔میری بچی ہے ہی اتنی پیاری۔" پیار سے کہتے ہوئے انہوں نے مہیرہ کا ہاتھ تھاما تھا۔

"اچھا چلو اب ذرا اسے اوڑھ کر دکھاؤ۔" فاریہ عالم نے فرمائش کی۔

مہیرہ نے شال اوڑھی تو وہ واقعی اس کی سانولی رنگت پر کافی جچ رہی تھی۔ سارم اور ارحم ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مہیرہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

تھوڑی دیر میں ان سب نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر فاروق صاحب اور ارحم کتابوں کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ سارم بھی کبھی کبھار ان کی گفتگو میں حصہ ڈال لیا کرتا۔

مہیرہ اور اقراء مہیرہ کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اقراء کی نظر کتابوں کے ریک میں موجود جھولے پر پڑی جس پر دو لڑکیاں ایک ساتھ بیٹھی تھیں۔ اس پر نظر پڑتے ہی اسے وہ وقت یاد آیا جب پہلی دفعہ اس نے مہیرہ سے صحیح سے بات کی تھی۔

یہ تب کی بات تھی جب اقراء بارہ سال کی تھی۔ مہیرہ تب اس کی دوست نہیں تھی۔ چونکہ ارحم مہیرہ کا رضائی بھائی تھا تو اقراء کو لگتا تھا کہ مہیرہ نے اس کے بھائی کو اس سے چھین لیا ہے اور وہ مہیرہ کو بھی رضائی بہن نہیں مانتی تھی۔۔ پھر ایک دن ان کی لڑائی ہوئی۔ اسی بات پر اقراء نے اسے بہت برا بھلا کہا۔ مہیرہ نے بچی سمجھ کر کوئی جواب نا دیا۔ اقراء مہیرہ سے دو سال چھوٹی تھی۔ اس بحث پر ارحم نے اقراء کو بہت ڈانٹا تھا کہ اقراء کو گلٹی فیل ہونے لگا۔

مہیرہ اس دوران حفظ کر رہی تھی۔ جب اقراء ساتویں کلاس سے آٹھویں میں گئی تو مہیرہ کے

والد نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے اسی سکول میں داخل کریں جس میں اقراء پڑھتی تھی۔اس کا حفظ مکمل ہوا تو انہوں نے مہیرہ کا داخلہ وہیں کروا دیا۔

اس کے بعد ایک دن وہ بریک ٹائم باہر سکول کے لان میں بیٹھی تھی کہ اقراء اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"سوری اس دن کے لئے میں نے تمہیں برا بھلا کہا۔"آگے سیدھ میں دیکھتے اس نے جملہ ادا کیا۔

"سوری کی ضرورت نہیں ہے ارحم تمہارا بھی بھائی ہے میرا بھی۔"مہیرہ مسکرا کر بولی۔

"میں تمہارے لئے کچھ لائی ہوں۔"اس نے کب سے پیچھے کو فولڈ کئے ہاتھ آگے کیے۔وہ نیلے گفٹ پیپر میں بندھا باکس تھا۔

"اس میں کیا ہے۔"مہیرہ کو تجسّس ہوا۔ایک تو یہ تجسّس کی ماری لڑکی افف۔

"خود دیکھ لو۔"کندھے اچکا کر وہ اس کے پاس وہ باکس رکھ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

مہیرہ نے اسے کھولا تو اس میں ایک جھولا تھا جس پر سے پتوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں اور ایک ساتھ دو لڑکیاں اس پر بیٹھی ہوئی تھیں۔یہ اقراء کا مہیرہ کی طرف دوستی کا پہلا قدم

تھا۔اس جھولے کو دیکھ کر نرم سی مسکراہٹ نے مہیرہ کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

اب آتے ہیں حال کی طرف۔اقراء نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تم نے یہ ابھی تک سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔"

"ہاں کیونکہ یہ ہماری دوستی کی پہلی نشانی ہے۔"اس نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔اب وہ پھر سے پرانی باتوں میں مگن ہو گئی تھیں۔خاموش سی اقراء مہیرہ سے ملتی تو نا جانے کہاں سے اس کے پاس اتنی باتیں جمع ہو جاتی تھیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں۔

سیاہی ہر طرف پھیل چکی تھی۔سیاہ آسمان اس وقت رات کا منظر پیش کر رہا تھا۔سنہری اینٹوں سے بنے اس گھر کے ایک کمرے میں مدھم سی بتی جل رہی تھی۔

وہ کمرے سے ملحقہ بالکنی میں کھڑا اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا کہ اچانک اس کی سیاہ آنکھوں کے سامنے بادامی آنکھوں کا عکس لہرایا۔نہ جانے کیوں وہ آنکھیں اس کی جان نہیں چھوڑ رہی تھیں۔اسے اب کوفت ہونے لگی تھی۔

وہ محبتوں میں پڑھنے والا انسان نہیں تھا۔بچپن سے اسے اس کے رنگ کے بارے میں ایسے ایسے الفاظ کہے گئے تھے کہ اس کے دل میں موجود کسی سے محبت کرنے کی خواہش دور جا

سوئی تھی۔

"کیا ہوا گر میں کسی سے محبت کروں اور وہ مجھے دھتکار دے صرف میرے ظاہری رنگ کی وجہ سے؟"

"یہ کتنا تکلیف دہ ہے کہ آپ کسی سے محبت کریں اور وہ آپ سے نفرت۔؟"

"اگر مجھے میری محبت کبھی نہ ملی تو میرا محبت پر سے یقین ہی اٹھ جائے گا۔"

یہ سوالات اور خیالات اس کے ذہن میں ہر وقت گردش کرتے رہتے۔ کوئی اسے اچھا لگ بھی جاتا تو وہ اس احساس کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیتا مگر وہ بادامی آنکھیں نا جانے کیوں اس کے ذہن کے پردوں پر ٹھہر سی گئی تھیں۔

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اس کی طرف مائل ہو رہا تھا وہ خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔ "ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا کہ اگر میں کسی کو نظر انداز کروں اور وہ میرے دل میں یوں بس جائے۔" وہ تنگ آ چکا تھا اپنے احساسات سے۔

پھر اس نے ایک فیصلہ کیا کہ وہ اس سے اظہار کرے گا۔ "نہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے خود کلامی کی۔ دماغ میں کہیں سے شور ابھرا تھا۔

"پھر کیا ٹھیک ہے۔؟" دل کی جانب سے سوال آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم اسے کہو گے کیا۔؟" دماغ نے اسے خدشات میں گھیرنا چاہا۔

"یہی کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔" دل کی طرف سے تاویل پیش کی گئی۔

"ہاں وہ تو جیسے یقین کر لے گی، ہے نہ۔؟ پاگل ہو۔؟" دماغ نے ڈپٹا۔

"معلوم نہیں پر میں اس سے ایک بار ضرور کہوں گا۔ بس ایک بار۔" دل کی خواہش کو اس نے تسلیم کیا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو لیکن وہ نہیں مانے گی۔" دماغ نے حقیقت دکھائی۔

"تم چپ کرو بات کرنے تو دو۔" دل نے غصے سے کہا۔ دماغ اور دل کی جنگ جاری رہتی اگر زارون یوسف کو اس کی والدہ کی آواز نہ سنائی دیتی۔

"زارون آؤ بیٹا کھانا کھا لو۔" انہوں نے باہر سے ہی اونچی آواز میں کہا۔

"آتا ہوں امی تھوڑی دیر میں۔" وہ خاموشی سے وہاں کھڑا رہا پھر بوجھل سے قدم اٹھاتے باہر نکل آیا۔ اپنے باپ کی طبیعت سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ ان کی ایک ہی بات ہوتی تھی۔

"کھانا سب مل کر کھائیں گے چاہے کچھ بھی ہو۔"

"بھائی کل میری وین نہیں آئے گی تو آپ مجھے چھوڑ دینا کالج۔" اس کی بہن نے کھانے کے دوران کہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا ٹھیک ہے چھوڑ آؤں گا۔" وہ پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے بولا۔

اس کی دو بہنیں تھیں فرح اور سامیہ۔ فرح کالج کی طالبہ تھی جب کہ سامیہ ابھی چار سال کی تھی۔ وہ اس کا داخلہ کرنے کا سوچ رہے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد وہ واک کی غرض سے گھر سے باہر نکل آیا۔ سویٹر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھائے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ ابھی بھی اسی کشمکش میں تھا کہ وہ اس سے کیسے بات کرے۔ وہ اس کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ بلکہ اس کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا یاد تھی تو بس نقاب میں لپٹی اس کی بادامی آنکھیں۔

"چلو بھئی زارون یوسف ایک ایسی لڑکی سے محبت کر بیٹھے ہو تم، جس کا نام تک نہیں جانتے۔" ٹھنڈی آہ بھرتے خود سے ہم کلامی کرتا اب وہ واپس اپنے گھر کی جانب پلٹ چکا تھا۔

دوسری طرف وہ آج پھر سے سارم کو گھیرے ہوئے تھے۔ "لڑکے کب تک پیسے دو گے ہمیں۔"

"بس دو دن اور دے دو۔" وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ وہ کچھ کرنے کا سوچ

رہا تھا۔

"تو روز ایک بہانہ بنا کر آ جاتا ہے۔" وہ کرخت لہجے میں بولے۔

"دو دن رکو پھر تم لوگوں کے منہ پر تمہارے پیسے ماروں گا۔" وہ انہیں کہتا ان کی سائیڈ سے آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ ان میں سے ایک لڑکے نے سارم کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔

"آئندہ ہمیں یہ اکڑ مت دکھانا سمجھے۔" غصے سے کہتے ہوئے اس لڑکے نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اچھا نہیں تو کیا کر لو گے۔" سارم نے ابرو اٹھائے۔

"یہ تو تم بہت اچھے سے جانتے ہو کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔" وہ کمینگی سے اسے موبائل دکھاتے ہوئے ہنسے تھے۔

سارم کا دل کیا کہ وہ اس موبائل کو ان کے ہاتھ سے جھپٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے مگر ابھی غصے کا وقت نہیں تھا اسے تحمّل سے کام لینا تھا۔

"اوکے نہیں دکھاؤں گا۔" غصے سے کہتا وہ آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک جھٹکے سے رک کر وہ الٹے پیر مڑ کر واپس ان تک آیا۔ سرمئی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"ایک شرط پر پیسے ملیں گے۔" سارم نے دماغ میں آنے والی ترکیب کو عملی جامہ پہنانے کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کوشش کی۔وہ ان لوگوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔

"وہ کیا۔؟"نا سمجھی سے ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"پیسوں کے بعد یہ فون میرے حوالے کر دو گے۔"اس نے شرط ان کے سامنے رکھی۔

"پھر تمہیں بھی پیسوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہو گا۔"انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"کتنے پیسے۔؟"سنجیدگی سے سارم نے کہا۔

"بیس لاکھ۔"سارم کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"اکیڈمی میرے ابا چلاتے ہیں میری اپنی نہیں ہے۔"وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"اچھا پھر دس لاکھ۔؟"ان لڑکوں نے اشاروں میں فیصلہ کیا۔

"یہ بھی مشکل ہے۔"سارم نے گویا ناک سے مکھی اڑائی ہو۔

"پھر تم بھی سوچ لو تمہاری بہن پر لوگ تھوکیں گے۔"یہ سننے کی دیر تھی کہ سارم کا پارا ہائی ہو گیا۔اس نے اس لڑکے کے جبڑے پر ایک زوردار مکا جڑ دیا۔

"سارم فاروق کی بہن کوئی سڑک پر پڑی شے نہیں ہے۔میری بہن کا ذکر اپنی گندی زبان سے مت کرو سمجھے۔"وارن کرتے لہجے میں کہتا وہ انہیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

"مل جائیں گے تم پیسوں کے پجاریوں کو پیسے۔"اپنے ہاتھ کو سہلاتے اونچی آواز میں اس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جاتے جاتے کہا تھا۔ پھر وہ اندھیرے میں ہی کہیں غائب ہو گیا۔

اپنی بہن کو کالج میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ اپنی گاڑی کے قریب آ کر اس سے ٹیک لگا گیا۔ تھوڑی دیر میں ہی اسے سامنے سے وہ آتی دکھائی دی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔

وہ آگے بڑھ کر بلکل اس کے سامنے آ کر رکا۔ دل میں بہت سارا ڈر تھا کہ وہ انکار کر دے گی۔ لیکن پھر بھی ایک امید تھی کہ شاید وہ مان جائے۔ جانے وہ کیوں اس امید پر تھا۔

"کیا مسئلہ ہے کیوں روکا ہے راستہ۔؟" نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"بات کرنی تھی۔" پتہ نہیں وہ کیوں تذبذب کا شکار ہو رہا تھا۔

"میرے پاس فضول وقت نہیں ہے۔" سپاٹ سے لہجے میں کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔

"شادی کرو گی مجھ سے۔؟" زارون نے سنجیدگی سے آہستہ آواز میں کہا۔ اقراء اس کی بات سن کر تیزی سے پلٹی۔ گویا اسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہ آیا ہو۔

"میں اور تم سے شادی۔ کبھی نہیں۔" وہ اپنے سینے پر انگلی سے دستک دیتے ہوئے بولی۔

"کیوں مجھ سے کیوں نہیں۔؟" زارون نے بے بسی سے پوچھا۔ وہ اسے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ

وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے۔

"شکل دیکھی ہے تم نے اپنی۔ہمت کیسے ہوئی مجھ سے شادی کی بات کرنے کی۔اپنا رنگ دیکھو۔میں کیا کوئی بھی لڑکی تم سے شادی کرنے کو راضی نہ ہو گی۔"اس کے علاوہ بھی غصے میں وہ بہت کچھ کہہ گئی اس بات سے بے خبر کہ مقابل کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔

زوارن کی آنکھوں میں کرب ہی کرب تھا۔وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا اس کے رنگ کو پھر سے سوالیہ نشان بنایا گیا تھا۔

"پر یہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے نہ وہ جسے چاہے سفید رنگ دے جسے چاہے کالا۔"زارون نے جس تکلیف سے کہا تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔

"اوہ پلیز میرے سامنے یہ خدا نامہ لے کر مت بیٹھو۔"وہ ہاتھ جوڑ کر واپس کالج کی طرف پلٹی۔اس کی یہ بات سن کر تو واقعی اسے شاک لگا تھا۔یعنی بس سب دکھاوا تھا۔؟اس کا پردہ۔؟نہیں یہ وہ کیا سوچ رہا تھا۔اپنی سوچ کی اس نے خود ہی نفی کی۔کچھ دیر تک وہ وہیں شاک میں کھڑا رہا۔وہ اثر زائل ہوا تو اس نے اپنی گاڑی کا رخ کیا۔ایکسیلیٹر پر پاؤں جمائے وہ فل سپیڈ میں گاڑی چلا رہا تھا بے مقصد۔

وہ اسے انکار کر دیتی تو شاید اسے اتنا دکھ نہ ہوتا لیکن اس نے اس کے رنگ کو بنیاد بنا کر انکار کیا

تھا۔اس نے سوچا تھا کہ شاید وہ اس کے رنگ پر اسے جج نہ کرے لیکن یہ سوچ بس سوچوں کی دنیا تک ہی محدود رہی۔ حقیقت سے شناسائی اسے نہ ملنی تھی نہ ملے گی۔وہ یہ جان چکا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنا فون نکالا۔

"اصغر ایک کام کروانا ہے۔" فون پر تیزی سے انگلیاں چلاتے اس نے پیغام لکھا۔

"کیا کام ہے۔" آگے سے جواب موصول ہوا۔

"ایک لڑکی کی ڈیٹیل بھیج رہا ہوں شام پانچ بجے اکیڈمی سے نکلے گی اسے بس ایک دن کے لئے غائب کر دو۔" اس نے دوبارہ سے پیغام لکھا۔

"اچھا دیکھتا ہوں۔" وہ نہیں سمجھ پایا کہ زارون کیوں یہ کام کرنا چاہتا ہے۔لیکن اس کی بات کی حامی بھر لی تھی۔

وہ خود اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔آج حد ہی ہو گئی تھی۔اس نے گاڑی کو اپنے گھر کے سامنے روک دیا۔خاموشی سے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اسے نیند کی ضرورت تھی شاید یا پتہ نہیں کیا تھا۔کیسا احساس تھا یہ۔اس سے یہ تذلیل برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"اگر من پسند شخص بھرے بازار میں آپ کی تذلیل کر دے تو انسان کو اپنا آپ خاک سا لگتا ہے۔" اسے بھی اپنا وجود خاک لگ رہا تھا۔وہ سب کچھ فنا کرنا چاہتا تھا۔لیکن اسے لگا کہ محبت

اسے فنا کر رہی تھی۔اسے اپنا آپ ختم ہوتا محسوس ہوا۔زارون یوسف کو اس کی محبت خاک کر رہی تھی۔

نیند کی کچھ گولیاں منہ میں رکھ کر اس نے پانی کا گلاس ہونٹوں سے قریب کیا۔گولیاں کھانے کے بعد وہ نا جانے کب نیند کی وادیوں میں گم ہوا وہ اندازہ نہیں کر پایا۔

شام کا وقت تھا وہ اکیڈمی سے نکل کر پیدل چل رہی تھی۔اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔سردیاں ہونے کے باعث شام کو ہی رات کا سماں ہوتا تھا۔اکیڈمی سے تھوڑا دور آ کر وہ رک گئی۔ابھی وہ کھڑی ہی ہوئی تھی کہ ایک گاڑی آ کر وہاں رکی۔اس سے پہلے کے وہ سنبھل پاتی وہ گاڑی سے باہر آتے ہاتھوں کی گرفت میں آ چکی تھی۔

اسے اندر کھینچ کر گاڑی میں بیٹھے نقاب پوش نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا حکم دیا۔"گاڑی چلاؤ حمید۔"حکم سنتے ہی مقابل گاڑی چلانے لگا اور ساتھ ہی گاڑی کی سپیڈ بھی بڑھا دی۔

"کون ہو تم لوگ۔؟"بادامی آنکھوں میں خوف سا پھیل گیا تھا۔لیکن وہ اس خوف پر قابو پا گئی۔

"رکو زرا تھوڑی دیر میں تعارف ہو جائے گا ہمارا ایک دوسرے سے۔"وہ شیطانی ہنسی ہنسا

تھا۔

"تم جانتے ہو میں کون ہوں۔؟" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"کہانا تھوڑی دیر میں تعارف ہو جائے گا۔اب ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نا نکالنا۔" غصے سے کہتے وہ رخ موڑ گیا۔

تھوڑی دیر میں وہ اسے کسی بوسیدہ سے مکان میں لے جا رہے تھے۔وہ مدد کے لئے پکارنا چاہتی تھی پر اس کے حلق سے آواز تک نہ نکل سکی۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھ آگے کیا ہونے والا تھا۔وہ اسے اس مکان میں پھینک کر چلے گئے تھے۔

وہ نیند سے اٹھا تو اس کا سر بہت بھاری ہو رہا تھا۔وہ ابھی بھی اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔اس نے فون آن کیا تو اصغر کی کافی مسڈ کالز تھیں۔اس نے اسے کال ملائی۔

"مجھے وہ لڑکی کہیں نظر نہیں آئی۔" اصغر کی آواز فون میں سے سنائی دی۔اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔یہ اس نے کیا کر دیا تھا۔اوہ گاڈ وہ ایک لڑکی کو بدنام کرنا چاہ رہا تھا۔

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔" اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"کیا تم یہ برداشت کر سکتے ہو کہ کوئی تمہاری محبت پر کیچڑ اچھالے۔؟" خود سے سوال کرتا وہ

اٹھ کھڑا ہوا۔"ضروری تو نہیں کہ ہر محبت اختتام کی دہلیز پار کر جائے۔؟ یہ تم نے کیا کر دیا۔"اپنے بالوں کو مٹھی میں دبائے ابھی وہ انہیں سوچوں میں تھا کہ اسے ایک غیر شناسا نمبر سے پیغام موصول ہوا۔

وہ شاید کسی جگہ کا نقشہ تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کہاں کا نقشہ ہے۔؟ کہ اچانک ہی اس کے فون کی سکرین روشن ہوئی۔ تھوڑی دیر پہلے اسے جس نمبر سے پیغام موصول ہوا تھا اسی نمبر پر اب اسے کال کی جا رہی تھی۔اس نے کال اٹھائی۔

"تمہیں جس کی تلاش ہے وہ ہمارے پاس ہے اسے چاہتے ہو تو ہمیں بیس لاکھ رقم دے دو اور اسے لے جاؤ۔"پیغام سنتے ہی وہ ساکت رہ گیا۔یعنی وہ غائب تھی مگر کسی پیشہ ور اغوا کار نے اسے غائب کیا تھا۔"اس لڑکی کو ہاتھ مت لگانا ورنہ تم رقم تو کیا کسی بھی چیز کو سوچنے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔"سخت لہجے میں کہتے وہ کال کاٹ چکا تھا۔اس نے غصے سے سامنے دیوار پر مکا دے مارا۔

پھر وہ گاڑی کی چابی اٹھائے تیزی سے گاڑی نکال لے گیا۔زارون نے اس جگہ پر جانے کی ٹھان لی تھی۔وہ کسی کو یہ حق نہیں دینا چاہتا تھا کہ اس کی محبت پر کسی بھی قسم کی بات کی جائے۔وہ اس عورت کو محفوظ چاہتا تھا بس۔اسے بس وہ محفوظ چاہیے تھی۔اپنی سوچ اسے

یاد آئی تو اسے گلٹ ہوا۔اسے خود پر غصہ آرہا تھا۔وہ ایسا تو نہیں تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔دماغ میں بس ایک ہی خیال تھا کہ "وہ محفوظ ہو وہ ٹھیک ہو۔"

سیاہ ہڈی پہنے آج پھر سے وہ قبرستان آیا تھا۔ہلکے مگر تیز قدم اٹھاتے وہ باہر کی جانب سے آج قبرستان کے اندر کی طرف بڑھا تھا۔آج اس نے اکیڈمی والا راستہ نہیں چنا تھا۔شاید وہ چوکنا ہو گیا تھا۔

تھوڑا چلتے ہوئے وہ ایک جگہ آکر رکا۔اس نے جہاں گن چھپائی تھی وہاں سے وہ اب اسے نکال رہا تھا۔

گڑھا کھود کر جب وہ گن نکال چکا تو اسے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ ساکت رہ گیا۔وہ کم از کم اپنے سامنے موجود لڑکے کے یہاں ہونے کی توقع نہیں رکھتا تھا۔کوئی بھی یہاں آسکتا تھا لیکن وہ۔۔۔۔۔اوہ شٹ۔سرمئی آنکھوں میں بے چینی کے تاثرات ابھر آئے لیکن وہ انہیں مہارت سے چھپا گیا۔

"کیا کر رہے ہو تم یہاں۔؟"سامنے کھڑے لڑکے نے ابرو اٹھا کر پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں جاؤ اپنے کام سے کام رکھو۔"وہ لڑکا جو ہڈی پہنے ہوئے تھا اس کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر بولا۔

"دیکھا اگر تو نہیں بتائے گا تو انکل سے کہہ دوں گا میں۔" دھمکی تھی جو اثر کر گئی تھی۔

"کچھ لوگوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔" سرمئی آنکھیں لمحے بھر کو سیاہ ہوئی تھیں۔

"کون ہیں وہ لوگ۔اور تو نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔میں ساتھ چلتا ہوں۔" سامنے کھڑے لڑکے نے کہا۔

"نہیں تم نہیں جا سکتے۔" اس نے قطعیت سے جواب دیا۔

"میں تو جاؤں گا ورنہ گھر والوں کو تم ہی جواب دینا۔" شاہنواز ڈھٹائی سے بولا۔وہ ایک سر پھرا نوجوان تھا۔اور کم از کم وہ سارم کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا ایسے وقت میں جب وہ کسی کو ٹھکانے لگانے کی بات کر رہا تھا۔شاہنواز اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آیا تھا اور سارم اندازہ بھی نہ کر پایا۔

"اچھا پھر ایسا کرنا تم میرے ساتھ چلنا لیکن کہیں چھپ کر کھڑے رہنا۔" اس کی بہن کی عزت کا سوال نا ہوتا تو وہ کبھی اس کی بات نا مانتا۔"اور گھر تک یہ بات گئی تو تُو بھی نہیں بچے گا۔" آخر میں اس نے اسے وارن کیا۔

"ارحم کو بھی بلایا ہوا ہے میں نے۔" سرمئی آنکھوں والے لڑکے نے تھوڑے وقفے کے بعد

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہا۔

"چل ٹھیک ہے۔" وہ اس کے پیچھے چل پڑا۔ کوئی اور جگہ ہوتی تو شاہنواز کے دل میں ارحم سے حسد کا کیڑا جاگ رہا ہوتا۔ کیونکہ اس کے بقول ارحم سارم سے زیادہ قریب تھا۔

کچھ وقت بعد وہ ایسی جگہ پر موجود تھے جہاں اطراف میں بوسیدہ سے مکان تھے۔

وہ اغوا کار کے کہنے پر مطلوبہ جگہ پہنچ چکا تھا۔ کافی ساری عمارتیں کھڑی اسے داخل ہوتا دیکھ رہی تھیں۔ وہاں موجود ایک عمارت کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھولتے وہ اندر داخل ہوا تو اسے وہ شخص زمین پر پڑا نظر آیا۔

اسے وہاں ناپا کر اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ دل نے بس اس کی خیریت کی دعا کی تھی۔ اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ دل میں عجیب وہمے پیدا ہوئے۔ وہ اچانک سے کہاں غائب ہو گئی تھی؟۔ یہ سوچتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکلا اور آس پاس کی کچھ عمارتوں میں اسے تلاشا۔ لیکن اسے وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ وہ ہوتی تو مل جاتی۔ زارون کے دل میں عجیب سی بے چینی ابھری۔

وہ واپس اسی کمرے میں آیا جہاں وہ شخص زمین پر پڑا تھا اس آدمی کو دیکھ کر زارون شدید طیش

میں مبتلا ہوا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑا۔ سامنے موجود شخص اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ اس شخص کی لاش گھسیٹتے وہ جھاڑیوں کے پاس لایا اور پھر اسے وہیں چھوڑ دیا۔ اس کے ماتھے پر فکر کی شکنیں نمایاں تھیں۔ وہ اسے ڈھونڈے تو کہاں ڈھونڈے۔ بے بسی سی تھی جو زارون کے گرد ڈیرا ڈالے ہوئے تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس سے معافی کیسے مانگے گا۔ یہ سوچ آتے ہی اس کی آنکھوں میں نمی سی ابھری تھی۔ اس نے ساری رات گھر سے باہر گزاری تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ ایک گلٹ تھا جو اسے پر سکون ہونے نہیں دے رہا تھا۔ تہجد کا وقت تھا وہ گھر کے قریب مسجد میں اس سوچ سے داخل ہوا تھا کہ شاید اسے کچھ سکون مل جائے۔ وہ مسجد کی دائیں جانب کو بڑھ گیا۔ مسجد خالی تھی اور ہر طرف مکمل سکوت سا طاری تھا۔ خاموشی میں بھی سکون نہیں تھا۔ کیونکہ زارون کے دل میں ایک شور تھا۔ بے چین کرنے والا شور۔

"یا اللہ میں کبھی اسے تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں کیسے اس سے معافی مانگوں گا یا رب۔"۔ گھٹنوں کے بل بیٹھا زارون یوسف کسی معصوم بچے کی طرح روتے ہوئے اللہ سے مخاطب تھا۔ مسجد کے سکوت سے بھرے صحن میں اس کی سسکیوں کی آواز گونجی تو دیوار کی جانب بنے درختوں کی شاخوں نے اس نوجوان کو بے بسی

سے دیکھا تھا۔" یااللہ یہ سب میری غلطی ہے۔۔۔اللہ بے شک آپ چاہیں تو مجھے سزا دے دیں مگر اسے محفوظ رکھیے گا۔یااللہ مجھے معاف کر دے سب میری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔پلیز اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔"تکلیف سے کہتے ہوئے اس کی آواز مزید بھرا گئی۔اس کے دعا کے لئے اٹھائے گئے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔اسے کسی طور سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا۔تھوڑی دیر بعد بھاری دل کے ساتھ وہ مسجد سے نکل کر اپنے گھر کی طرف بڑھ گیا تھا۔اسے لگ رہا تھا سارا قصور اسی کا ہی ہے اگر وہ اسے غائب کرنے کا نہ کہتا تو وہ کہیں نہیں جاتی۔اس ایک پل کو زارون یوسف کو خود سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔

وہ گھر میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کے موبائل نے کسی کے پیغام آنے کی اطلاع دی اس نے موبائل کو ہاتھ میں پکڑتے سکرین پر نظر آتے اصغر کے نام کو پڑھا۔پیغام اسی کی جانب سے ہی تھا۔کچھ اس طرح کا پیغام تھا۔

"ایک لڑکی کو کل رات ہسپتال لے جایا گیا ہے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی لڑکی ہے مگر آپ چاہیں تو ایک بار دیکھ لیں۔"

پیغام پڑھتے ہی زارون الٹے قدموں اپنی گاڑی کی طرف آیا۔قریباً آدھے گھنٹے میں وہ ہسپتال میں موجود تھا۔ریسیپشنسٹ سے پوچھتا وہ تیزی سے ہسپتال کی راہداری عبور کرتے

ایمر جنسی وارڈز کی طرف چلا آیا۔راہداری بلکل خالی تھی۔راہداری میں داخل ہوتے ہی سیدھ میں بنے کمروں میں سے ایک کمرے کے باہر آکر وہ رک گیا۔

دروازے میں موجود گلاس ڈور سے اس نے اندر کی جانب جھانکا جہاں وہ لڑکی بے ہوش پڑی تھی۔سامنے سفید بیڈ پر پڑے بے ہوش وجود پر نظر پڑی تو وہ یونہی اسے دیکھے گیا۔اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا دل بھی نفی کرنے لگا ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے دل کو مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔تکلیف سی تکلیف تھی۔ناچاہنے کے باوجود اس نے خود کو یقین دلانا چاہا کہ یہ وہی ہے جس سے اس نے محبت کی۔کب اس وجود کو دیکھتے اس کی آنکھیں بھر آئیں وہ سمجھ نہیں پایا۔وہ رو رہا تھا۔زارون یوسف ایک ایسی لڑکی کے لئے رو رہا تھا جس کا نام تک وہ نہیں جانتا تھا۔

"کتنا بدنصیب ہوں میں، میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کو چاہا اور میں ہی اس کی تکلیف کا باعث بن گیا۔"زارون یوسف کی قسمت میں تمام عمر تک کے لئے محبت کا بوجھ لکھ دیا گیا تھا۔

محبت کا بوجھ کتنا بھاری ہوتا ہے نا؟ مگر کون جانے؟

اسی لمحے کو یہیں پر روک دو اور کچھ گھنٹے پیچھے کو سفر کرو جہاں سارم اور اس کے دوست ان لڑکوں کے انتظار میں کھڑے تھے تب ہی کوئی وجود بغیر آس پاس دیکھے بھاگتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہا تھا اندھیرا ہونے کے باعث وہ ٹھیک سے دیکھ نہیں سکے مگر جب وہ وجود کچھ پاس آیا تو اس کا چہرہ واضح ہوا۔اسے دیکھتے ہی سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ گئیں،انہیں جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا ہو۔

"اقراء۔"ارحم اس کا نام پکارتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

"بھائی۔"اپنے بھائی کو دیکھ کر اس کا سارا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کیا ہوا ہے بیٹا مجھے بتاؤ تو۔؟"وہ اس کی کمر کو سہلاتے ہوئے بولا۔۔۔اس کا ہاتھ کپکپا رہا تھا۔اقراء کچھ بھی بولنے کی حالت میں نہیں تھی۔ارحم نے اپنے سینے سے اس کا چہرا اٹھا کر دیکھنا چاہا۔۔۔مگر اسی وقت اقراء ہوش و خرد سے بے گانہ ہوئی۔اس کا وجود ارحم کی باہوں میں جھول کر رہ گیا۔۔یہ سب دیکھ کر سارم بھی ان دونوں کے قریب آیا اور ارحم کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"ارحم تم اسے لے جاؤ یہاں سے،میں دیکھ لوں گا ان لوگوں کو۔"سرمئی آنکھیں غصے سے

دہک رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" ارحم اقراء کو لیے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔اپنی بہن کو یوں دیکھ کر اس کے دماغ نے کچھ بھی پراسیس کرنا چھوڑ دیا تھا۔وہ روبوٹک انداز میں گاڑی چلاتا ہسپتال کی طرف جا رہا تھا۔

سارم ان دونوں کو بتا چکا تھا کہ اس نے وہ گن کیوں لی تھی۔اسے گن چلانا آتی تھی۔وہ اس کا لائسینس بھی بنوا چکا تھا۔وہ انہیں ساری بات سمجھا چکا تھا کہ کرنا کیا ہے۔

وہ لڑکے آئے تو سارم نے ہاتھ میں پکڑے بیگ پر نظر ڈالی پھر ان کے ہاتھ میں پکڑے فون پر۔

"ایک ہاتھ سے دو ایک ہاتھ سے لو۔" سرمئی آنکھیں بس ایک لمحے کو مسکرائی تھیں۔

سارم نے پیسوں سے بھرا بیگ اور انہوں نے فون زمین پر رکھا۔ان میں سے ایک لڑکا بیگ اٹھا چکا تھا سارم نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دوسرے لڑکے نے فون بھی جھپٹ لیا۔

"فون دو مجھے یہی طے ہوا تھا۔" سارم نے دبے دبے غصے سے کہا۔

"جاؤ جا کر بچوں کے ساتھ کھیلو۔" وہ شیطانی مسکراہٹ لئے بولے۔اس سے پہلے کہ وہ آگے

کچھ بول پاتے سارم نے اپنی گن پھرتی سے اپنے پینٹ کی پاکٹ سے نکالی تھی۔

اور شاہنواز جو کہیں چھپا تھا وہ بھی باہر نکل آیا تھا۔اس کے ہاتھ میں بھی گن موجود تھی۔سامنے سے گولی چلی تھی جو سارم کے بازو کو چیر گئی۔اس سے پہلے کہ وہ مزید گولی چلاتے شاہنواز کی گن سے نکلی دو گولیاں ان کے غلیظ وجود کو ہمیشہ کے لئے ساکت کر گئیں۔

سارم نے ان کی لاشوں کو ٹھوکر ماری اور ساتھ ہی کہا۔

"سارم فاروق کو اپنی بہن کی آبرو کی حفاظت کرنا آتی ہے۔"

وہ وہیں کھڑے تھے ابھی کہ پولیس کی گاڑی کے سائرن سنائی دیے۔انسپکٹر ان کے قریب آیا۔اور اس کے ساتھ ہی پولیس کی وردی پہنے کچھ اور بھی نوجوان تھے جو لاشوں کی جانچ پڑتا ل کرنے لگے۔

"سر ہم انہیں پہلے ہی ختم کر چکے ہیں نہیں تو یہ ہمیں ختم کر دیتے۔"معصومیت سے کہتے شاہنواز نے کندھے اچکائے گویا اس نے قتل نہ کیا ہو بلکہ کوئی کھیل جیتا ہو۔

"ہوا کیا تھا۔؟"انسپکٹر نے رعب دار آواز میں پوچھا تو شاہنواز نے انہیں سارا معاملہ سنا ڈالا۔

پولیس والے ان کی باتوں کا مطلب سمجھتے سر اثبات میں ہلائے ان لاشوں کو لے جا چکے تھے۔یہ معاملہ حل ہوا تو سارم کو اقراء کا خیال آیا۔پھر اپنے ہاتھ سے نکلتے خون پر نظر پڑی تو

اسے روکنے کے لئے اس نے اپنا رومال ہاتھ پر باندھ لیا تھا۔

کچھ دیر میں وہ بھی ہسپتال میں تھے۔ ہسپتال کا عملہ اسے ٹریٹمنٹ دینے کو تیار ہی نہ تھا۔ لیکن انہوں نے بہت مشکل سے انہیں یقین دلایا کہ ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کیا ہے۔ اب ڈاکوؤں کو ڈھونڈنا آسان تو نہیں تھا۔ اس لئے مرتا کیا نا کرتا کے مصداق انہوں نے اس کے ہاتھ پر پٹی باندھ دی تھی۔ زخم ہلکا تھا گولی اسے بس چھو کر گزری تھی۔

تین دن بعد اسے ہوش آیا تھا۔ ہسپتال سے ڈسچارج کے بعد ارحم اسے گھر لے آیا تھا۔ فاریہ عالم نے اس سے بہت دفعہ پوچھنے کی کوشش کی کہ اسے کیا ہوا تھا لیکن وہ بتانے کو تیار نہیں تھی۔ وہ کم از کم انہیں بتانا نہیں چاہتی تھی۔ ارحم کو وہ ساری بات بتا چکی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا تھا۔؟" مہیرہ اس کے پاس بیٹھے پوچھ رہی تھی۔ وہ مہیرہ کو بتانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن کہیں اس کے دل میں خواہش تھی کہ وہ اسے بتا دے کہ اس نے کتنا غلط کیا اپنی زندگی اپنے ہی ہاتھوں تباہ کرنے والی تھی وہ۔

"کچھ نہیں۔" دو لفظی جواب پر مہیرہ کو تسلی نہیں ہوئی۔

"تم مجھے بتا کیوں نہیں دیتی۔" مہیرہ قدرے غصے سے بولی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا ایسا بھی

کیا ہے جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

"کیوں کے میں نہیں بتانا چاہتی ہوں تمہیں۔" اقراء کو بھی غصہ آ گیا۔

"ٹھیک ہے جب تمہارا بتانے کو دل کرے تو مجھے کال کر لینا میں جا رہی ہوں۔" درشت لہجے میں کہتے وہ باہر جانے کو مڑی ہی تھی کہ اقراء کی آواز پر رک گئی۔

"ماہی۔" وہ اس کے قریب آئی تو اقراء اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ مہیرہ نے اسے رونے دیا۔ کچھ دیر بعد وہ سنبھلی تو مہیرہ نے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے یار بتاؤ تو سہی۔" وہ اپنی دوست کو ایسے بکھرا ہوا کیسے دیکھ سکتی تھی۔ مہیرہ کے کہنے پر اقراء نے اسے ساری بات سنا ڈالی۔ چلو کچھ دن پیچھے چلتے ہیں اور جانتے ہیں حقیقت۔

("کون ہو تم۔؟" وہ شخص واپس آیا تو اقراء نے چلا کر پوچھا تھا۔

"ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں ہے لڑکی۔" وہ بے زاری سے بولا۔ ایک تو یہ کتنے سوال کرتی ہے۔

"تو پھر کیوں لائے ہو مجھے یہاں۔؟" وہ چیخی تو اس شخص نے درشتی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ہمیں بس پیسوں سے غرض ہے۔ تمہارا عاشق آنے والا ہی ہو گا۔ پیسے مل جائیں گے تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔" وہ اس کے ہاتھ پر زور دیتا بولا۔ اقراء اسے دھکا دے کر پیچھے ہوئی

تھی۔وہ بھی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ چکا تھا۔

فرش پر پڑی مٹی کو وہ اپنی مٹھی میں جمع کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔یوں کے سامنے والا اسے دیکھ نہیں پائے۔

"اگر انہوں نے پیسے لینے کے بعد بھی مجھے نہ چھوڑا اور مجھے بیچ دیا۔" ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور اس سے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکی۔اسے رہ رہ کر وہ ساری باتیں یاد آ رہی تھیں جو وہ اللہ سے شکوے کرتی تھی۔کوئی اسے نصیحت کرتا۔اچھے کی طرف بلاتا تو وہ ان کی باتوں کو نظر انداز کر دیتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی۔"میں نے کیسے آپ کو نظر انداز کر دیا اللہ۔" وہ روتے ہوئے سوچنے لگی۔"میں کیوں اتنی خود غرض ہو گئی کہ میں نے آپ کے حکم کو ہی فراموش کر دیا۔میں نے دکھاوا کرنا چاہا۔آپ کی تخلیق کا مزاق اڑانا چاہا۔" اب اس کے رونے میں مزید تیزی آ گئی۔مگر وہ کمزور پڑھنا نہیں چاہتی تھی۔

"پلیز بس ایک بار مجھے یہاں سے نکال لیں اللہ میں کبھی آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔میں کبھی آپ کی بات نہیں ٹالوں گی۔کبھی آپ کے حکم کو نظر انداز نہیں کروں گی۔" وہ دل ہی دل میں دعا گو تھی۔اسے یاد آیا پورے دو سال بعد اس نے اللہ سے دعا مانگی تھی۔اور ایسا کیسے

ہو سکتا تھا کہ وہ اللہ سے مانگتی اور وہ اسے عطا نا کرتا۔؟

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے مگر ایک خیال کے تحت بس وہ اٹھی تھی۔اپنے ہاتھ میں موجود مٹی کو لئے وہ اس شخص کے سامنے آئی جو اس کی طرف پیٹھ کیے بیٹھا تھا۔وہ بس پیسے کے پجاری تھے۔انہوں پیسہ چاہیے تھا لڑکیوں کی عزت لٹتی رہے پامال ہوتی رہے ان کا کیا جاتا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے لڑکی۔؟"اقراء خاموشی سے اس کے سامنے کھڑی تھی تو اس نے پوچھا۔

جواب دینے کے بجائے اس نے اپنی دونوں مٹھیوں میں جمع کی ہوئی مٹی اس کی آنکھوں کی طرف اچھالی۔آنکھوں میں مٹی جانے کی وجہ سے وہ بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

اقراء نے کمرے کے کونے میں پڑے ڈنڈوں میں سے ایک ڈنڈا اٹھایا۔وہ اس پر ڈنڈے برسانے لگی۔نا جانے کہاں سے اس میں اتنی ہمت آ گئی تھی۔اسی دوران اسے بھی چوٹ لگی تھی۔شاک کے زیرِ اثر اس نے سامنے والے پر اتنے ڈنڈے برسائے تھے کہ تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔وہ شخص فرش پر اوندھے منہ پڑا تھا۔جب وہ اس کو مارتے مارتے تھک گئی تو وہاں سے وہ باہر بھاگ گئی۔

اور ارحم کو سامنے دیکھ کر کچھ لمحوں پہلے والی ہمت ختم ہو چکی تھی۔اس کے گلے لگے وہ اپنا

ہوش کھو چکی تھی۔

اقراء کو انہیں عمارتوں میں سے ایک میں لایا گیا جہاں سارم لوگوں نے بھی جانا تھا۔وہ عمارتیں ابھی مکمل طور پر بنی نہیں تھی۔ان کی تعمیر بھی کوئی بہتر نہیں تھی۔وہ ایسی جگہ تھی جہاں لوگوں کا آنا جانا نہیں تھا۔اور دور دور تک کوئی مکان بھی نہیں تھا وہاں اس لئے انہیں اپنے کام کے لئے یہ جگہ موزوں لگی تھی۔)ساری بات کہہ کر اقراء کچھ دیر کے لیے خاموش رہی۔پھر بے بسی سے کہنے لگی۔

"میں نے اللہ کی تخلیق کا مذاق اڑانا چاہا میں نے شرک کرنا چاہا اور اللہ نے کس طرح مجھے سمجھا دیا کہ میں خاک ہوں۔میرے وجود کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر میں اللہ کے حکم پر عمل نہ کروں۔میں کیسے اتنے بڑے گناہ کو طول دے رہی تھی۔"

"جانتی ہو ماہی اگر وہ مجھے نہ چھوڑتے اور مجھے آگے بیچ دیتے تو میرا کیا ہوتا۔میری زندگی برباد ہو جاتی۔میں جس حسن پر نازاں تھی وہ غرور خاک میں مل جاتا۔مجھے ایک شو پیس بنا دیا جاتا۔"وہ نم آنکھوں سے بولی۔مہیرہ خاموشی سے بس اسے سنے جا رہی تھی۔

"اللہ نے کتنی آسانی سے مجھے باور کرا دیا کہ تم اپنے حسن پر نازاں ہو لیکن یہ تو میری عطا ہے اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے۔"اس کی آنکھوں میں موجود نمی لڑی کی صورت میں اس

کے گالوں پر بہنے لگی تھی۔

"میں کیسے اللہ کو بھول گئی۔؟ میں کیسے ریاکاری جیسے گناہ کی مرتکب ہوئی۔؟ میں نے کیوں اللہ کی تخلیق کا مزاق اڑانا چاہا۔؟ میں نے کیوں شرک کرنا چاہا۔؟"

"ریاکاری کا سایہ ہمارے سروں پر ہر سو منڈلاتا رہتا ہے۔ ریاکاری اللہ سے دور کر دیتی ہے پھر آپ کی مثال یوں ہوتی ہے جیسے آپ اپنی زندگیوں میں لوگوں کو خدا مان بیٹھے ہوں۔" اس نے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ کر کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم اس بات کو سمجھ گئی ہو کہ تم نے جو کیا وہ اچھا نہیں تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اپنے آپ کو بہت جلد درست کر لو گی۔" نرمی سے کہتے مہیرہ نے اسے دوبارہ گلے لگا لیا وہ جانتی تھی اس کی دوست کو اس کے ساتھ کی ضرورت تھی۔

"ہاں میں کوشش کروں گی۔ میں نے اللہ سے دو سال بعد دعا مانگی اور میرے نافرمان ہونے کے باوجود اللہ نے میری دعا کو رد نہیں کیا۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ اقراء عالم کو اللہ پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

دو سالوں سے اس کے دل میں موجود جمی گرد آج صاف ہو چکی تھی۔ اس کا اللہ سے تعلق مکمل طور پر بحال تو نہیں ہوا تھا لیکن اب وہ اللہ سے اپنے تعلق کو بحال کرنا چاہتی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مہیرہ چلی گئی تو اس نے دو رکعت توبہ کے نفل پڑھے اور اللہ سے معافی مانگی اور پھر آخر میں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اللہ نے اسے دلدل میں گرنے سے بچا لیا تھا۔

"اور پھر گرنے والوں کو تو اللہ تھام لیا کرتا ہے۔"

دو ہفتے بعد،

(ہسپتال سے پلٹ کر واپس آنے کے بعد وہ دوبارہ اسے دیکھنے نہیں گیا تھا۔ وہ اسے اس حال میں کیسے دیکھ سکتا تھا۔)

وہ گھر سے تیار ہو کر نکلی تھی۔ گاڑی اکیڈمی کے قریب روکتے ہوئے اب وہ اکیڈمی کی طرف بڑھ رہی تھی کے پیچھے سے کسی کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔ اسے دیکھ کر آج اسے بلکل غصہ نہیں آیا تھا۔

"مجھے لگا شاید اب تم سے کبھی نا مل پاؤں۔" سیاہ آنکھوں میں عجیب سی بے بسی تھی۔ شاید نمی بھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہیں مجھ پر فاتحہ تو نہیں پڑھ لی تھی۔" اقراء نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ لیکن وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز برت رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں۔میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔کیا ہم کافی پینے چل سکتے ہیں۔؟"کافی کی آفر کرتا وہ شاید کسی الجھن کا شکار تھا۔

"شیور ابھی یا پھر کب۔؟"وہ پوچھنے لگی۔

"تم کہو تو ابھی چلتے ہیں۔"اس نے اقراء کی رائے جاننے کی کوشش کی۔

"اچھا چلو۔"اسے کہتے ہوئے وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کافی شاپ میں بیٹھے ہوئے تھے زارون کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔بات ہی ایسی تھی۔پھر کچھ دیر بعد اس نے اسے ساری بات سنا ڈالی کہ کیسے اس نے اسے غائب کرنے کا کہا لیکن اس کے بندے کے بجائے کوئی اور اسے تاوان کے لئے اغواء کر چکا تھا۔

اقراء نے اس کی بات تحمل سے سنی لیکن اسے ذرا بھر بھی فرق نہیں پڑا زارون کی بات سے۔کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی کہ ایسا ہی لکھا تھا تقدیر میں۔اللہ نے اسے سمجھانے کے لئے ایسے حالات پیدا کئے۔

"مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے۔"بادامی آنکھوں میں نرم سا تاثر تھا۔

"اور میں تم سے معذرت کرتی ہوں کہ میں نے تمہارے رنگ پر تمہیں جج کیا۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"اقراء نادم ہوئی۔

"اب جب کہ تمہیں مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہے تو میں بھی تمہاری معذرت دل سے قبول کرتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا تھا۔اس کا دل ایک دم سے ہلکا ہو گیا تھا۔گلٹ کا سارا بوجھ جاتا رہا۔

"کیا تم مجھ سے دوبارہ شادی کا نہیں پوچھو گے۔؟"اقراء نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"نہیں۔"یک لفظی جواب دے کر زارون نے اس بات کو ٹالنا چاہا۔

"کیوں۔؟"بس ایک لحظے کو سیاہ آنکھوں نے بادامی آنکھوں میں جھانکا تھا۔وہ نہیں سمجھ پایا کہ وہ یہ سوال کیوں کر رہی تھی۔

"ہر کسی کو اس کی محبت مل جائے یہ ضروری تو نہیں ہے۔کچھ محبتیں ادھوری ہی اچھی لگتی ہیں۔"دھیمی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ بولا۔آہ کاش کوئی اس کی مسکراہٹ کے پیچھے چھپا دکھ دیکھ سکتا۔

"بس میری ایک خواہش ہے۔"اس نے ایک نظر اٹھا کر اقراء کے سراپے پر ڈالی۔وہ حجاب میں کتنی پرکشش دکھتی تھی۔اس نے سوچا تھا۔

"کیا۔؟"اقراء نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

"تمہارا نام جاننے کی۔اور میں تم سے ہی جاننا چاہتا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا واقعی تمہیں میرا نام نہیں پتہ۔؟"اقراء حیران ہوئی۔

"نہیں پتہ واقعی۔"یہ کہتے ہی وہ جانے کے لئے اٹھنے لگا۔

"میرا نام اقراء عالم ہے۔"اس کی آواز پر وہ ایک لمحے کو ٹھہرا پھر آگے بڑھ گیا۔اس کے چہرے پر پر سکون سی مسکراہٹ پھیل گئی۔کم از کم وہ اس کا نام تو جان پایا تھا۔مگر پھر بھی جاتے جاتے اس کی آنکھوں میں نمی سی چھلکی تھی۔

زارون یوسف کو اس وقت کسی ایسے انسان کی ضرورت تھی جس کے گلے لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیتا۔اور مقابل اسے یہ نا کہتا کہ مرد روتے نہیں ہیں۔

وہ ایک ایسی عورت کو الوداع کہہ چکا تھا جس سے اس نے سب سے بڑھ کر محبت کی تھی۔اس کے لئے یہ سب آسان نہیں تھا۔مگر وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے اس کی وجہ سے کوئی تکلیف ہو۔

اس کے جانے کے بعد اقراء مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور کافی شاپ سے باہر نکل آئی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور گاڑی کو اکیڈمی کے راستے پر ڈال دیا۔

اکیڈمی میں آج اس نے فروہ سے بھی نرمی سے بات کی تھی۔اور اس کی باتوں کو بلکل برا نہیں منایا تھا۔وہ خوش تھی بہت۔وہ مکمل طور پر بدل چکی تھی۔

عصر کا وقت تھا وہ ہاتھ میں فون پکڑ کر الٹ پلٹ کر اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے ان لاک تو کر لیا تھا۔ لیکن وہ اسے اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا تھا۔وہ فون اس نے پولیس کے حوالے نہیں کیا تھا۔وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا کیونکہ اس میں اس کی بہن کی تصاویر تھیں۔

ہاتھ میں فون اٹھائے وہ اپنی گاڑی لئے اسی جگہ آ گیا تھا جہاں ان لڑکوں پر انہوں نے گولیاں برسائی تھیں۔اس نے فون ہوا میں اچھال کر فون پر گولیاں چلا دیں۔اور اس فون کا قصہ تمام کیا۔

(اور یہ راز، راز ہی رہا کہ وہ تصاویر ان لڑکوں کے پاس کیسے گئی تھیں۔کچھ راز، راز ہی رہنے چاہیے کیونکہ اگر ان کو جاننے کی کوشش کی جائے تو وہ تباہی کے سوا کچھ نہیں لاتے۔)

اپنی جیب میں ہاتھ اڑستے اس نے اپنا موبائل نکالا تھا۔ایک پیغام لکھ کر اس نے سینڈ کا بٹن دبایا۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں کچھ بات کرنی ہے۔" نا جانے کیا اس کے دل میں آئی تھی کہ وہ اسے پیغام بھیج چکا تھا۔

سامنے زمین پر پڑے موبائل کے ٹکڑے اٹھاتا وہ گاڑی کی جانب بڑھا ہی تھا کہ میسج ٹیون بجی۔

"آپ کو کیا بات کرنی ہے۔؟"آگے سے سوال کیا گیا۔

"کہیں مل کر بات کرتے ہیں۔پھر بتاتا ہوں۔"اس نے پیغام لکھ کر بھیج دیا۔

"اچھا میں اکیڈمی سے تھوڑا جلدی نکل آؤں گی آپ کہاں ہیں۔؟"آگے کی جانب سے کسی نے پوچھا تھا۔

"میں لوکیشن سینڈ کرتا ہوں وہیں آجانا۔"اس نے کسی ریسٹورنٹ کی لوکیشن سینڈ کی۔

"اوکے میں آجاؤں گی۔"حامی بھر لی گئی۔

تھوڑی دیر میں وہ دونوں ایک ساتھ بیٹھے تھے۔

"کہیے کیا بات کرنی تھی آپ نے۔؟"اقراء سوالیہ انداز میں پوچھنے لگی۔

"کیا تم اپنی ساری زندگی میرے ساتھ گزارنا چاہو گی۔؟"سرمئی آنکھیں لمحے بھر کو بادامی آنکھوں سے ملیں۔اقراء کا دل زور سے دھڑکا تھا۔یہی تو چاہا تھا اس نے۔وہ بس ایک ہی شخص کا ساتھ ہی تو چاہتی تھی اور وہ شخص سارم فاروق تھا۔

"آپ مجھ سے شادی کیوں کریں گے۔؟"اسے گویا اس کی بات کا یقین نہیں آیا تھا۔

"کیا یہ سوال کرنا ضروری ہے۔؟"ابرو اٹھا کر پوچھا گیا۔

"جی بلکل یہ سب سے ضروری سوال ہے۔"اس کے جواب پر وہ چہرہ جھکا کر ہنسا تھا۔سرمئی

آنکھیں مسکراتے ہوئے کتنی خوبصورت لگتی تھیں یہ اندازہ اقراء کو آج ہوا تھا۔

"مجھے تم اچھی لگتی ہو۔" سادہ سا اظہارِ محبت تھا۔

"بس اچھی لگتی ہوں۔؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔ سارم نے غور سے اسے دیکھا تھا اور اسی لمحے ریسٹورینٹ میں سارم کے قہقہے کی آواز گونجی تھی۔ سب نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے اب۔؟" اقراء بے زار ہوئی۔

"کچھ نہیں سوچا نہیں تھا تم سے کبھی یوں اظہارِ محبت کروں گا۔" ہنستے ہوئے جملہ ادا کیا گیا۔

"تو پھر کیا سوچا تھا۔؟" آنکھیں اس کے چہرے پر ٹکائے وہ بولی۔

"کچھ نہیں تم بتاؤ میرا رشتہ تمہیں منظور ہے یا نہیں۔؟" اب وہ سیدھا اس پر نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔

"سوچ کر بتاؤں گی۔" نا جانے وہ اتنے نخرے کیوں کر رہی تھی۔

"میں اماں ابا کو بھیج دوں گا تم بیٹھ کر سوچتی رہو۔ کیوں کہ مجھے بوڑھا ہو کر شادی نہیں کرنی۔" وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اوکے بھیج دیں۔" اقراء نے کندھے اچکائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ مجھ سے نہیں پوچھیں گے۔؟" وہ آہستہ آواز میں بولی۔

"کیا۔؟" سارم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"یہی کے میں اس دن وہاں کیوں تھی۔"

"نہیں۔مجھے تم سے بنا غرض کے محبت ہے۔" اس کی آنکھوں میں نرم سا تاثر تھا۔یقیناً محبت کا۔

"اوکے آؤ تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔" سارم جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں چھوڑو گے۔؟" اقراء نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔(اسے لگا شاید وہ اسے حقیقتاً چھوڑنے کی بات کر رہا ہے۔ہونہہ ڈرامے باز)

"خدا کی بندی تمہیں گھر چھوڑنے کا بول رہا ہوں۔" وہ ماتھا مسلتے ہوئے بولا۔

"میں گاڑی ساتھ لائی ہوں خود چلی جاؤں گی۔" ہنستے ہوئے اقراء بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ ارحم سے گاڑی چلانا سیکھ چکی تھی۔

پرندوں کی نرم آوازیں،تازہ پھولوں کی خوشبو ہر طرف ایک سحر طاری کئے ہوئی تھی۔ہلکی ہلکی ہوائیں پتوں کی شاخوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے انہیں چھو کر گزرتی جاتی تھیں۔یوں لگتا

تھا جیسے پودے خود میں محو رقص کر رہے ہوں۔

صبح سویرے ہی وہ اور ارحم پارک میں موجود تھے۔ یہ ان کے گھر سے کچھ فاصلے پر پارک تھا۔ وہ نیلے عبایا میں ملبوس تھی۔

کچھ دیر وہ وہیں بینچ پر بیٹھی ان لمحوں میں کھوئی رہی جو اس نے اپنے والد کے ساتھ یہاں گزارے تھے۔ کبھی وہ یونہی مسکرا دیتی۔ کبھی ہنس دیتی، کبھی رو دیتی۔ ہر احساس وقتاً فوقتاً اس پر طاری ہو جاتا۔

"بھائی چلیں۔" کچھ دیر گزرنے کے بعد وہ ارحم کے قریب چلی آئی جو اس سے فاصلے پر کھڑا تھا۔

"تم تصاویر کھینچ لو نا۔" ارحم نے کہا۔ وہ اپنا نیلے رنگ کا کیمرہ ساتھ لائی تھی۔

"نہیں بھائی چھوڑیں پھر کبھی لے لوں گی۔" ابھی وہ کچھ اور بولنے ہی لگی تھی کہ ارحم نے اس کے ہاتھ سے کیمرہ لے لیا۔

"آؤ میں تمہاری تصاویر کھینچوں۔" ارحم مسکرا کر بولا۔

وہ پھولوں کے پاس بیٹھتی، تو کبھی کھڑی ہو جاتی۔ ارحم نے مختلف اینگلز سے اس کی کئی ساری تصاویر کھینچ ڈالیں جو واقعی بہت خوبصورت آئی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا اب بس بھی کریں اتنی کافی ہیں۔" اقراء نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔" ارحم نے بھی ہنستے ہوئے کیمرہ اس کی طرف بڑھایا۔

"بہت شکریہ! میرے ساتھ یہاں آنے کے لئے۔" اقراء مسکراتے ہوئے بولی۔

"اتنا تو اب میں تمہارے لئے کر سکتا ہوں۔ ایک ہی بہن ہو میری تمہارا خیال نہیں رکھوں گا تو پھر کس کا خیال رکھوں گا۔" وہ پیار سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام گیا۔

"ایسے مت کہیں مہیرہ آپ کا جینا حرام کر دے گی۔" اقراء اپنے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہنسی۔

"ہاہاہا ویسے ہم اس کو بھی لے آتے۔ لیکن چلو جب پھر آئیں گے تو اسے ساتھ لائیں گے۔" مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔ اقراء کو ہنستے ہوئے دیکھ کر اس نے دل میں اسے ہمیشہ ہنستے رہنے کی دعا دی تھی۔

اقراء کو ارحم کے ساتھ بلکل ویسا ہی تحفظ کا احساس ہوتا تھا جو وہ اپنے والد کے ہوتے ہوئے محسوس کرتی تھی۔

ہنستے مسکراتے ہوئے اب وہ اپنے گھر کو واپس جا رہے تھے۔ دور رقص کرتے پودوں نے ان دونوں کو دیکھ کر ان کی مسکراہٹ کی نظر اتاری تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ دنوں میں اس کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔اس دوران اس کا سامنا دو بار زارون سے ہوا تھا۔اور جب اقراء نے اسے اپنی شادی کا بتایا تھا تو زارون اس کے لئے بہت خوش تھا۔

"محبت شاید اسی کو کہتے ہیں کہ آپ اپنے محبوب کی خوشی میں خوش ہو جائیں۔محبت کو پا لینا ضروری تو نہیں ہے۔"زارون سے مل کر اقراء کو یہی لگا تھا۔

(وہ اپنے کمرے میں قلم لئے بیٹھا تھا۔کمرہ مکمل طور پر سیاہی میں ڈوبا ہوا تھا۔بس ایک مدھم سا لیمپ ٹیبل پر اس کے عین سامنے پڑا تھا۔وہ شاید کچھ لکھ رہا تھا۔بھورے کاغذ اس کے ارد گرد بکھرے پڑے تھے۔)

وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔اچانک ہی وہ رکی اور مڑ کر شیلف تک آ گئی۔کمرے کے کونے میں ایک چھوٹا سا شیلف بنا تھا۔شیلف کے قریب آ کر وہ رکی اور ایک ڈائری نما نوٹ بک اٹھا کر اسے کنگھالا جس سے ایک خاکی لفافہ گرنے ہی لگا تھا کہ اقراء نے اسے بروقت تھام لیا۔

(وہ کاغذ پر چند الفاظ قلم کی مدد سے کھینچتا اور پھر اس کاغذ کو توڑ مروڑ کر اپنے سامنے موجود ٹیبل پر پھینک دیتا۔شاید وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اسے کیا لکھنا ہے۔)

اس نے لفافہ کھولا تو اس میں سے بھورے رنگ کا فولڈ کیا گیا کاغذ برآمد ہوا۔ جس پر خوبصورت روشنائی سے کچھ الفاظ تحریر کئے گئے تھے۔

(اب اس نے آخری کاغذ اٹھایا تھا اور اس پر قلم اور سیاہی کی مدد سے خوبصورت لکھائی میں کچھ تحریر کیا۔ وہ ایک خط تھا۔ سیاہی میں مدھم سے دکھنے والے الفاظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ وہ خط کسی خاص انسان کے لیے تھا۔ خط کے الفاظ تھے یا کیا، زارون یوسف کا دل ٹوٹا تھا کبھی نہ جڑنے کے لئے۔)

گو تو یہ ایک خط تھا جو زارون یوسف کی طرف سے اقراء عالم کے لئے تھا۔ پہلا اور آخری خط۔

"اس لڑکی کے نام جو نا جانے کب میری روح کا حصہ بن گئی۔ میں جانتا ہوں تم نے مجھے معاف کر دیا۔ مگر میرے دل میں ایک خلا سا ہے جو شاید کبھی پُر نہ ہو۔ خیر شکریہ مجھے معاف کرنے کے لیے۔" اقراء محو سی پڑھ رہی تھی۔ "مجھے محبت سے ڈر لگتا تھا کیوں کہ کبھی مجھے پسند نہیں کیا گیا تو مجھے لگا کہ اگر میں محبت کروں تو وہ مجھے نہیں ملے گی۔ اور دیکھو ایسا ہی ہوا۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی کو چاہا اور وہ تم ہو۔ تم مجھے نہ ملی۔ میں جانتا ہوں تمہاری چاہت کیا ہے۔ اور تمہاری چاہ کے آگے میری چاہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تمہاری چاہت کا احترام کرتا ہوں۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔ کیونکہ محبتوں میں احترام واجب

ہوتے ہیں۔"خط پڑھتے پڑھتے اقراء نے اپنے گال چھوئے۔اس کے گالوں پر نمی تھی۔وہ رو رہی تھی۔اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔اور آگے پڑھنا شروع کیا۔"میں نہیں چاہتا تمہیں میری وجہ سے کوئی تکلیف ملے۔میں جا رہا ہوں پاکستان چھوڑ کر معلوم نہیں کب واپس آؤں یا شاید کبھی نہیں۔سارم اچھا لڑکا ہے وہ تمہارا خیال رکھے گا۔میں چاہوں گا تم ہمیشہ خوش رہو۔اپنا خیال رکھنا۔فی امان اللہ۔"ایک بار پھر سے اقراء کی آنکھیں نم ہوئیں اور اب کہ اس کے چہرے پر نرم سی مسکراہٹ تھی۔تو کیا وہ جانتا تھا کہ اقراء عالم، سارم فاروق سے محبت کرتی ہے۔"میری دعا ہے کہ تمہیں ایسا شخص ملے جس کی محبت تمہارے دل سے میرا خیال نکال دے اور تم ایک بار پھر محبت کرو۔"وہ اپنے آپ سے سرگوشی کرتے ہوئے بیڈ پر آکر بیٹھی ہی تھی کہ مہیرہ بھاگتے ہوئے اندر آئی تھی۔اسے اوپر اٹھا کر مہیرہ خوشی سے اسے گول گول گھما رہی تھی۔

"ماہی چھوڑو مجھے۔"اقراء ہنستے ہوئے بولی۔

"یار میں بہت خوش ہوں اب تم ہمیشہ ہمارے ساتھ رہو گی۔"مہیرہ اسے نیچے اتارتے ہوئے خوشی سے بولی۔

"ہمم۔"وہ بس مسکرائی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا ذرا بتاؤ تو میرے بھائی کو کب پٹایا تم نے۔؟"مہیرہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہ کیسا سوال ہے۔"سفید گالوں پر لالی سی بکھری۔

"اللہ، تم بلش کر رہی ہو۔آئی کانٹ بیلیو۔"مہیرہ نے اس کے گالوں کو چھوا۔

"کیا سچ میں۔؟"اس نے بھی اپنے گالوں کو چھوا تھا جو خوشی سے دہک رہے تھے۔

"میں تمہارے لئے بہت خوش ہوں، اللہ کرے تم ہمیشہ خوش رہو۔"مہیرہ اسے گلے لگا کر بولی۔

"آمین تم بھی ہمیشہ خوش رہو۔یونہی ہنستی مسکراتی رہو۔"اقراء نے اسے دل سے دعا دی تھی۔

"میں تو ہمیشہ ہی خوش رہتی ہوں۔"اپنے بال پیچھے کو جھٹک کر مہیرہ دھپ سے اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

کافی دیر وہ لوگ باتیں کرتے رہے۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو اقراء نے شکرانے کے نفل ادا کئے۔

وہ بہت خوش تھی اس نے جو چاہا تھا وہ اسے مل رہا تھا۔اقراء عالم کا اللہ سے تعلق بحال ہو چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان خوشی کے لمحوں میں اسے اپنے باپ کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوئی تھی لیکن جنت میں ان سے ملنے کی امید پر وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔اب وہ سمجھ گئی تھی کہ اللہ کی ہر چیز میں بہتری ہوتی ہے۔کوئی نہ کوئی مصلحت اس کے کاموں میں ضرور ہوتی ہے۔اللہ کی تمام مصلحتوں کو جان کر وہ اللہ سے قریب ہو گئی تھی۔اب اس کی بس ایک خواہش تھی کہ وہ اللہ کے ہر حکم پر عمل کر سکے۔

ختم شد

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

Clubb of Quality Content

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842